شورش کاشمیری

ایک جادو ہے کلامِ خالدِ معجز بیاں   اس کی آوازوں سے آشفتہ سری لے کر چلو۔

شورش کاشمیری

انکم ٹیکس کے محکمے سے منسلک ہونا تو خیر کوئی عیب نہیں۔ اس محکمہ میں شعر و ادب کے اعتبار سے بہت سے لوگ عبقری ہیں۔ مثلاً ———— عبدالعزیز خالد جن کا قلم چرخِ ہفتمیں ہیں سے پھول توڑ لاتا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ جمیل الدین عالی، عبدالعزیز خالد کی شاعری کے صحیح ہجّے ہی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ خالد پیغمبروں کی زبان میں شاعری کرتے ہیں اور عالی مٹیا محل کی ٹکسن والیوں کے لہجے میں۔ عالی کا سرمایۂ فکر چونکہ چنانچہ سے شروع ہو کر "آداب عرض کرتا ہوں" کی سرحد پر ختم ہو جاتا ہے۔ خالد کا راہوارِ تخیّل عرش پر شہپرِ جبریل لے کر اُڑتا ہے۔

شفقت کاظمی

جناب عبدالعزیز خالد اپنی مومنانہ شاعری کی بدولت ہند و پاک کے ادبی حلقوں میں بڑے مقبول ہو رہے ہیں۔ اس بات سے دلی مسرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ انھیں خدمتِ ادب کی بیش از بیش توفیق ارزاں کرے۔ کاش وہ ذرا آسان اور عام فہم کہتے۔ تاکہ مجھ ایسا کم پڑھا لکھا آدمی بھی ان کے مائدۂ درد سے بقدرِ لب و دنداں حظ اُٹھا سکتا۔

ڈاکٹر بشارت علی

دورِ حاضر بخصوصیت سے نعتیہ شاعری کے انتہائی عروج و ارتقاء کا دور ہے۔ اس دور میں علامہ اقبال، مولانا ظفر علی خان، حفیظ جالندھری، امجد حیدر آبادی، عبدالعزیز خالد، حمید صدیقی اور بہزاد لکھنوی جیسے شعرائے کرام منصۂ شہود پر نمودار ہوئے۔ اور نعتیہ شاعری

کو بے حد مقبول و محبوب مشغلہ بنا دیا۔ اور انشاء اللہ یہ سلسلہ نسلاً بعد نسلاً یونہی چلتا رہے گا۔

ڈاکٹر وحید اختر

آزادی کے بعد کی نئی نظم نے جن جہات میں اپنا سفر شروع کیا تھا۔ اس سے اُفق وسیع تر ہونا چاہیئے تھا۔ خواہ جعفر طاہر کے رجزیہ بیانیہ طویل کینٹوز ہوں یا عبدالعزیز خالد کی بقول نقاد قصیدہ نما نظمیں یا اس خاکسار کی طویل نظمیں (آزاد) یا عمیق حنفی کی سند باد و شہرزاد وغیرہ یا خلیل الرحمن اعظمی کی ہجویات یا مرثیہ کا نئی حیثیت کے ساتھ احیاء ____ یہ سب ہماری نظم کے سرمائے میں نئے ابعاد کی ضمانت بن سکتے تھے۔ مگر جدیدیت کے ذہنی بستہ تصور اور تصور بستہ اظہار نے سب کو یک قلم القط کر کے جس شاعری کو سراہا اور اسے مشتہر کیا۔ وہ نہ ہمارے تخلیقی تجربۂ اظہار سے کوئی مناسبت رکھتی تھی۔ نہ ہمارے موجودہ مسائل اور زندگی کی ترجمان تھی۔ نتیجے میں صرف غزل، وہ بھی یکساں، یک رنگ اہمال زدہ غزل کی ارزانی ہوئی۔ جس کا تعلق نہ عصری شعور سے ہے نہ روایت سے۔

ڈاکٹر شوکت سبزواری

پابند نظم کہنے والوں میں سے ابن انشا اور عبدالعزیز خالد اس لحاظ سے ذکر کے قابل ہیں۔ کہ اُنھوں نے اپنے لیے نئی راہیں نکالیں، ابنِ انشاء کے یہاں ہندی کا حسن اور لوچ ہے۔ خالد کے یہاں عربی کی فصاحت اور وزن و ثقاہت ہے۔ ابن انشاء کی گیت نما نظموں میں دل کو موہنے والی کیفیت پائی جاتی ہے۔ خالد کی قصیدہ نما نظموں کو موضوع کی عظمت اور اسلوب کی جزالت نے خاص قسم کی رفعت و استواری عطا کی ہے۔

رفیق خاور

کون ہے جو نہیں ہے حاجت مند
کس کی حاجت روا کرے کوئی
اس سے ملتا جلتا ایک اور شعر ہے:

کتنے چہرے در و دیوار کے آئینوں سے
غم گسارانہ مجھے تکتے ہیں

——— (عبدالعزیز خالد)

اس بیان غزل کے شعر کی طرح تنا کسا ہوا نہیں۔ اس میں زیادہ لوچ اور نفاست ہے۔ پیرایہ بیانیہ نہیں۔ مضطرب شخص کا یہ احساس کہ اس کو در و دیوار سے آئینے ہی آئینے تک رہے ہیں اس کی کسماہٹ کو کس قدر موثر طور پر ایک مصورانہ انداز میں نمایاں کرتا ہے۔

اس کا ایک اور شعر یونانی دیوتاؤں کے ہرکارہ ہرمس کی برق رفتاری کو یوں پیش کرتا ہے۔

بطنِ ایتھر سے گزرتا ہوا مانند سناں

ایسی ہی ایک روشن و براق تصویر شیکسپیئر نے بھی غالباً ہرمس کے بارے میں پیش کی ہے۔ اور کچھ عجب نہیں کہ اس کے پسِ پردہ وہی تصویر ہو۔ لورج نے اس میں کتنی ہی خفی و جلی باریکیاں اور پرکاریاں اجاگر کی ہیں۔ اوّل اس میں طیطانوں ( ) کے ساونت دور کی جھلک ہے دوسرے ملاءِ اعلیٰ کی انتہائی لطافت سناں کی تیزی لمبائی اور رہوا چاک بلکہ ایتھر چاک نوعیت۔ اس میں فردوسی کا

مانند سناں گیو در جنگ بشن

بھی جھلکتا ہے اور اس کو چار چاند لگاتا ہے۔

ڈاکٹر انور سدید

ایک تحقیق کے مطابق ہائیکو کی باقاعدہ ترویج عبدالعزیز خالدؔ کی مرہونِ منت ہے۔ جنہوں نے جاپانی شاعری کے مختلف انواع کے تراجم "غبارِ شبنم" کے نام سے شائع کیے۔ تو ان میں ہائیکو کو بھی نمایاں اہمیت دی۔ عبدالعزیز خالدؔ چونکہ قادر الکلام شاعر ہیں اور جذبے کی لطیف ترین لہر کو محسوس کرتے اور اس کی لطافت کو لفظوں کی بنت میں سمونے کا سلیقہ رکھتے ہیں۔ اس لیے انہوں نے نہ صرف ہائیکو کے مزاج کو اپنی تخلیقی گرفت میں لیا۔ بلکہ جاپان کے تہذیبی اثاثوں کی پاسداری بھی کی۔ عبدالعزیز خالدؔ کے تراجم میں موسموں، پھولوں اور تتلیوں کے لمس کو شعر کے قالب میں ڈھالنے اور پھر اسے اردو کا روپ دینے کی عمدہ کاوش نظر آتی ہے۔

ضیا محمد ضیا

موجودہ نعت گو شعراء میں حافظ مظہر الدین مرحوم کے بعد جناب عبدالعزیز خالدؔ میرے پسندیدہ شاعر ہیں۔

ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی

عبدالعزیز خالد بڑے صاحبِ مطالعہ، پختہ کار اور منجھے ہوئے شاعر ہیں۔

ریاض احمد

اعلیٰ ملازمتوں میں ہمارے ملک کے ذہین ترین افراد مقابلے کے امتحانوں کے ذریعے داخل ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے بعد انہیں ایک ایسے جنت نما دوزخ میں دھکیل دیا جاتا ہے۔ جہاں آوازِ دوست سے رابطہ رکھنے کے لیے ایک غیر معمولی داخلی تحریک (Urge) کی ضرورت ہوتی ہے۔ اعلیٰ ملازمتوں میں بے شمار لوگ ایسے موجود ہیں جن کے ہاں تخلیقی جوہر موجود تھا۔ لیکن اسے اس طرح (Kill) کیا گیا کہ وہ تفننِ طبع کی حد سے آگے بڑھ کر کسی سنجیدہ اظہار پر مائل نہ ہو سکا۔ ان کی لگن اندر ہی اندر گھٹ کر رہ گئی۔ اس عہد میں عبدالعزیز خالد یا انیس ناگی جیسی استثنائی شخصیتیں مل جاتی ہیں۔ پھر بھی وہ جو اپنی صلاحیتوں کو فائلوں میں دفن کر کے خاموش ہو گئے ہیں، ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

جوگندر پال

——— جمیلہ ہاشمی مجھے کچھ پریشانی و تنہائی
——— کی شکار سی لگیں۔ حالانکہ
عبدالعزیز خالد بھی تنہا تھے۔ لیکن وہ مجھے آپ کو ایک جلوس کے مانند اُٹھائے ہوئے لگتے تھے
——— (پاکستان کی یاترا)

کہ خالدؔ مشہور ہونا چاہتا ہے ـــــــــ حضور شاعر شہرت نہیں چاہے گا تو کیا معدوم ہونا پسند کرے گا؟ (وارث سرہندی سے ایک انٹرویو ـــــــ جسارت کراچی)

ڈاکٹر طلحہ رضوی برق (پٹنہ)

عصرِ حاضر میں بھی کہ اُردو شاعری نے نئی کروٹیں بدلیں۔ نعتیہ شاعری کا رنگ رُوپ اور نکھرا ہے ـــــــــ عبدالعزیز خالد عصرِ نو کے جانے مانے ہوئے باصلاحیت فن کار ہیں۔ انھیں مختلف زبانوں پر قدرت حاصل ہے ـــــــــ شاعر کی لیاقت وطلاقت طمطراق اور گھن گرج ایک خاص فضا بندی کرتی ہے۔ تلمیحات اور آیاتِ قرآنی کے ٹکڑوں کی سجاوٹ، جملوں کی ساخت، مصرعوں کی نشست، بندش کی چستی، مشتقات کا حُسن، تشبیہات کی تازگی، استعاروں کی ندرت، قافیوں کی دریافت لب ولہجہ کا بھرم، تاریخ کا مطالعہ، قرآن و احادیث پر نگاہ، واقعات و معجزات کا علم، بحر و وزن کا انتخاب، زورِ بیان انداز فکر، اظہارِ علم لسان غرض کہ عربی فارسی قصائد کی تمام روایتی شان پوری طرح جلوہ گر ہے جو فی زمانہ خالد اور صرف خالد کا حصہ ہے۔

عبدالعزیز خالدؔ جس آسانی اور روانی کے ساتھ عربی و فارسی الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ اس بے تکلفی و برجستگی سے ہندی الفاظ کے موتی بھی پروتے جاتے ہیں۔ حسین جرم، مترنم، سجل اور کومل قافیوں کی تلاش و جستجو معانی کو نئی وسعتیں اور بیان کو نئی ادائیں بخشتی ہیں۔ جو لفظ جہاں پر آیا، نگینے کی طرح جڑا ہے۔ یہ مرصّع سازی کمالِ فن پر دال ہے۔

عنایت اللہ

اُردو نے باشعور نعت گو پیدا کیے ہیں ـــ ان میں مولانا ظفر علی خان، امیر مینائی، حفیظ جالندھری اور عبدالعزیز خالدؔ قابلِ ذکر ہیں۔ (حکایت ڈائجسٹ، لاہور)

ڈاکٹر حسینی شاہد

شاعروں میں عبدالعزیز خالدؔ، ضیا جالندھری، سلیم احمد، احمد فراز، ضیاء اختر، اور وحیدہ نسیم بہت اچھا کہنے والے ہیں۔ (عثمانیہ یونیورسٹی)

قمر تابش

عبدالعزیز خالدؔ اپنے اسلوب کے امام ہیں۔

ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی

آپ کے دوست علامہ خالدؔ کی کتاب کے عربی حصے تو اچھے شائع ہوئے ہیں۔ اگر اس طرح کی کتابت ہو جائے تو کیا کہنا ہے۔

(مکہ سے کامل القادری کے نام خط)

سید اسعد گیلانی

نعت کے نئے نئے پیرائے ایجاد ہوئے ہیں۔ جن میں عبدالعزیز خالدؔ کو انفرادیت کا مقام حاصل ہے۔

اسمٰعیل مینائی

مرحوم عبدالعزیز خالدؔ اپنے نعتیہ رنگ سخن میں منفرد ہی نہیں۔ فخر زمان و زمن بھی ہیں۔ فاران اس پر نازاں ہے کہ انہوں نے اس پر التفات کیا۔

قیوم نظر

———— ہمارے ہاں اگرچہ تخلیقی ادب کی رفتار کا گراف تادم تحریر زوال پذیر ہے۔ لیکن ممتاز مفتی، نعیم صدیقی، عبدالعزیز خالد، ابن انشا مرحوم وغیرہ ایسے ادیبوں نے ادب کی آبرو کو بچائے رکھنے میں خاصا اہم کردار ادا کیا ہے۔

(انٹرویو ———— افضل آرش)

نصر اللہ خاں

آج کل کراچی کی ادبی رونق میں ایک زبردست اضافہ ہوا ہے۔ جناب عبدالعزیز خالد لاہور سے کراچی اٹھ آئے ہیں۔ پچھلے دنوں ایک محفل میں ان سے بات چیت ہوئی۔ ماشاء اللہ وہ اب بھی تازہ دم اور جوان سے جوان تر ہیں۔

قمر صدیقی نے بر سبیل ارتجال دو شعر سنائے۔

سحر تو ایک شگفتہ سی لہر ہوتی ہے — شگفتگی جو نہیں تو سحر بھی نہیں

ملیں گے آپ جو خالدؔ سے خوش بہت ہوں گے — کہ ان کے دل میں ریا کا کہیں گزر ہی نہیں

ریا کا یہ ہے کہ یہ کسی اچھے اور بڑے ادیب اور شاعر میں نہیں ہوتی۔ لیکن جہاں تک شگفتگی اور سحر کی بات ہے تو خالد کی شاعری میں شگفتگی بھی ہے اور آثارِ سحر بھی۔

عبدالکریم ثمر

———— ادھر عبدالعزیز خالدؔ گویا اشعر الشعراء ہیں۔

ڈاکٹر ابوالخیر کشفی

———— عبدالعزیز خالدؔ ———— وہ اردو کے ایک پُرگو اور قادر الکلام شاعر ہیں۔ جب وہ اپنے اسلوب خاص کے ساتھ ہماری شاعری کے شہر میں آئے۔ تو لوگوں نے انھیں غریب شہر قرار دیا۔ مگر خالد نے کہا:

غریب شہر سخنہائے گفتنی دارد

اور اپنی نغمہ سرائی میں مصروف رہے۔ ان کی مشکل گوئی فن پر قابو کے ساتھ کم ہوتی گئی

پروفیسر عبدالمغنی (پٹنہ)

جناب کلیم الدین احمد کا یہ قول :

"اُردو میں شعری ڈرامہ ناپید ہے۔"

انتہائی بے خبری پر مبنی ہے۔ کیا اُنھوں نے عبدالعزیز خالدؔ کے مبسوط شعری ڈراموں کے بارے میں سُنا بھی نہیں ہے؟

وارث سرہندی

لاہور میں واقع اُدیبوں اور صحافیوں کی بستی اقبال ٹاؤن میں ایک مسجد کا سنگِ بنیاد جناب عبدالعزیز خالدؔ کے ہاتھوں رکھا جا چکا ہے۔ بلکہ یہ مسجد تعمیر بھی ہو چکی ہے۔ اور یہاں ایک پتھر پر اس نوع کے الفاظ کندہ ہیں۔ کہ اس مسجد کا سنگِ بنیاد جناب عبدالعزیز خالدؔ نے رکھا۔ اس پر تبصرہ ایک ستم ظریف کا ہے، کہ شکر ہے الفاظ کا انتخاب خود عبدالعزیز خالدؔ نے کیا ہے۔ ورنہ اس سنگِ بنیاد کی عبارت کی تفہیم کے لیے مختلف زبانوں کی لغات سے مدد لینا پڑتی۔

ـــــــــ ایک مصنف جس نے کئی کتابیں لکھی ہوں، اس کی ایک تصنیف کو سامنے رکھ کر رائے قائم کرنا کیا مبنی بر انصاف ہوگا ـــــــــ عبدالعزیز خالدؔ کا ذکر مقصود ہے۔ آپ نے ان کے ایک شعری ترجمے گیتانجلی ہی کا تذکرہ کیا ہے۔ اور اس کے ایک شعر کی بناء پر اعتراض کی ہفت منزلہ عمارت اُٹھائی ہے۔ خالدؔ نے نظم، غزل، منظوم ڈرامہ، شعری تراجم، کوئی اٹھائیس شعری مجموعے پیش کیے ہیں۔ کیا صرف ایک منظوم ترجمے کو لے کر تنقید کرنا نامناسب نہیں؟ یہی رویّہ ان کے بارے میں ماہرالقادری مرحوم کا تھا۔ ستارہ خالدؔ نمبر میں ان کا جو مضمون آیا مخالفانہ تھا ـــــ فرماتے تھے :

خواجہ محمد اسلم (پرنسپل)

ادھر مشکل پسندی کی انتہا ہے۔ ادھر سہل ممتنع میں ان کے شعر غالب کے شعروں سے ٹکر لیتے ہیں۔

شفیق بریلوی

پڑھے لکھوں کو پڑھنے پر مجبور کیا۔ اور انھیں اپنے جاہل ہونے کا احساس دلایا۔

پروفیسر فروغ احمد

شعر میں شعور کو اجاگر کرنے کا حق عبدالعزیز خالدؔ نے ادا کیا ہے۔ اس کی شاعری اس کا آہنگ ہے اور اس کا علم اس کا ساز

راز سنتوکھ سری

خالد میرا پسندیدہ شاعر ہے ۔ اس کے قوافی کی بوقلمونی اور کثرت بلکہ لاتعدادیت میرے لیے باعثِ کشش ہے ۔ اس کے موضوعات کی رنگا رنگی بھی قابلِ ذکر ہے ۔

ڈاکٹر احمد سجّاد (رانچی - بھارت)

وہ تو شکر ہے کہ اُردو زبان وادب کی بنیاد میں چونکہ عرفان الٰہی اور حق وصداقت کی مقدس مٹی شامل ہے ۔ اس لیے انحراف وابتذال کے ہر دور میں اس مقدس مٹی کی خوشبو دوبارہ اُبھر آتی ہے ۔ چنانچہ اُردو میں مغربی انداز نقد ونظر کے عین عروج کے وقت جب انفرادی طور پر کلیم الدین احمد اور احسن فاروقی وغیرہ کے علاوہ اجتماعی طور پر ترقی پسندوں نے ہمارے ادب و تہذیب کی بنیادوں پر تابڑ توڑ حملے شروع کر دیئے تھے ۔ اس وقت اقبال کی انقلاب انگیز اسلامی شاعری کا غلغلہ بلند تھا ۔ ان کے نقشِ قدم پر چلنے والوں میں ماہر القادری شفیق جونپوری ، نعیم صدیقی اور عبدالعزیز خالد جیسے عظیم شعراء کو آج بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا ۔

ڈاکٹر قمر رئیس

ــــــــــ فیض احمد فیض ، ندیم ، ن ۔ م ۔ راشد ، عارف عبدالمتین اور عبدالعزیز خالد کی طرح نئی نسل کے نوجوان شعراء بھی اگر ایک طرف اپنے ماحول اور معاشرے کے آشوب سے بھرے ہوئے ہیں تو دوسری طرف وہ تیسری دنیا کی مظلوم انسانیت سے انصاف اور آزادی کے لیے ان کی جدوجہد سے اپنا رشتہ جوڑ کر حوصلہ خیز امکانات کی راہ دکھاتے ہیں ۔ عبدالعزیز خالد نے "پرواز عقاب" کے نام سے مشرق کی آزادی کے مجاہد اعظم ہوچی منہ کی ان نظموں کا ترجمہ کیا ہے جو جیل کی ڈائری کے نام سے شائع ہوئی تھیں اور جن میں سامراجی غلامی سے آزادی کیلئے بے محابا جذبات سنہری کرنوں کی طرح روشن ہیں ۔

جون ایلیا

عبدالعزیز خالد میرے سامنے ہیں ۔ چہرے کی وہی سولہ برس پہلی مسکراہٹ ۔ چاندنی ۔ سچ مچ میرا آدمی ہے ۔ اور اس شخص کی شاعری کی پوچھو تو ان تھک اور اکنگ شاعر ــ کچھ ایسا ہے ــ کہ اپنا جادہ اپنی جادہ فرسائیاں اور اپنی آبلہ پائیاں ۔ کتابوں کی چھت کے نیچے اور کتابوں کی دیواروں کے بیچ اس بھائی کی تنہائی ایک ایسی پیش گاہ ہے جس میں وہ معنی کے شاہدوں کو چمکار چمکار کے اور واردوں کو بڑے چاؤ کے ساتھ لفظوں کی نشستوں میں بٹھانے میں لگا ہوا ہے ۔ میں بیٹھا ہوں اور ان کے حرف محبت اور تہذیب اور جمال میں سانس لے رہے ہیں ۔ عبدالعزیز خالد نے ایک بات کہی ہے جو میرے لفظوں میں کچھ یوں ہے کہ اگر کسی جھلسے ہوئے پیڑ کے برابر کھڑے ہو کر انسان اور تہذیب کی بھلائی کے ساتھ سوچا جائے تو وہ پیڑ ہرا ہو جائے ۔ پھر میں نے ٹھنڈی ٹھنڈی چھاؤں والے ایک وجود کو اپنی سرسراہٹ کا پیغام بھیجا ۔ عبدالعزیز خالد مجھے انجیر کا پیڑ لگے ۔ کہ جنت کے پیڑوں میں سے ایک پیڑ ہے ۔" یہ انجیر کا ایک ایسا پیڑ ہے

جس پر کئی قسم کے میٹھے پھل آتے ہیں۔ یعنی آدم بھی۔ انجیر میں آم۔ اور پھر ہم دونوں نے شاخ در شاخ ہو کر وہ باتیں کیں جو موسیٰ نے حورب کی جھاڑی کی آگ میں سے سنی تھیں۔

نعیم صدیقی

عبدالعزیز خالد کی رنگارنگ شخصیت میں کئی ایسے پہلو ہیں جن کا مشاہدہ کرنے پر ہر پہلو کے متعلق خیال ہوتا ہے کہ:

"جا ایں جاست" پھر ان کی وسیع اور وزن دار شاعری جو "سیفو" سے لے کر ساحر لدھیانوی اور ہوچی منہ تک، نیز بتوں کی ساقِ صندلیں سے لے کر محراب و منبر تک دھنک کے سات رنگ لیے کہکشاں کی مانند پھیلی ہوتی ہیں، اس کا نقطۂ عروج ان کی نعت گوئی کا خاص انداز ہے۔ فارقلیط کے عنوان سے جب انہوں نے اپنے سازِ سخن پر نغمۂ حجازی چھیڑا تو دلِ وارفتہ نے ان کے قلم کو چوم چوم لیا۔ پھر ان کے ایوانِ سخن پر بربطِ سلیطی کی نوائیں مسلسل بکھرتی گئیں میرے دل میں اوّل روز سے یہ یقین اُبھرا کہ محمدؐ اور اصحابِ محمدؐ اور دینِ محمدؐ اور کتابِ محمدؐ کی محبت نے خالد کے ذہن میں جڑ پکڑ لی ہے تو اس طوبیٰ کے بڑھتے ہوئے گھیر کے نیچے ان افکار و جذبات کی بوٹیاں پنپ نہ سکیں گی جنھیں محمدؐ کے چمن زارِ حیات میں جگہ نہ مل سکی۔ خیال تھا اور ہے کہ متضاد رجحانات کے دھارے کچھ دیر تک تو شاید متوازی طور پر بہتے رہیں گے مگر آخر تعلیمِ محمدؐ کا اصول حنیفیت سارے تضادات کو ختم کر دے گا۔ محمدؐ پر ایمان لانے والے ایک انقلابی صحابی کو جب مکہ کی ایک کنیز دیرینہ آشنائی کی بنا پر یہ دعوت دیتی ہے کہ هَلُمَّ اِلَى التَّصَابِىْ۔ تو سیدھا سا جواب ملتا ہے کہ اب وہ زمانے گئے۔ اب ہم رسولِ خدا کے دینِ برحق پر ایمان لا چکے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ایمان پر اُستوار ہوتی ہے اور ایمان خیر و شر کے درمیان سمجھوتے اور سودے نہیں کراتا بلکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کر دیتا ہے۔ ایمان جہاں اہلِ ایمان کے لیے باہم دگر قارب ہے وہاں غلط اور صحیح کے لیے فارق اور قاطع بھی ہے۔ بس میں آج بھی یقین رکھتا ہوں کہ خالد فکر و فن میں توحیدی مسلک اختیار کیے بغیر رہ ہی نہیں سکتا۔ عبدالعزیز خالد اپنی ذات کے دو الگ الگ پارچوں کو لے کر فن کی وادیوں میں چلتے چلتے بار بار الجھے گا وہ مجبور رہے گا کہ ان دونوں

پارچوں کو جوڑ کر باقو پیرو بلبل بنے یلپینز گل۔ خالد کی شخصیت اور فن کا یہی مطالعہ تھا جس کے تحت میں نے سیارہ کا وہ خالد نمبر نکالا جس کی نظیر اب تک سامنے نہیں آسکی۔ اس نمبر کا مقصد دراصل اس وقت مستقبل کے ایک ایمانی شاعر کا پیشگی خیر مقدم کرنا تھا۔ میرے لیے جہاں یہ حقیقت تھوڑی سی پریشانی کا باعث بنتی ہے کہ خالد محمدی محبت کے ساتھ جنسی رندی اور نظریاتی انتشار کے کچھ نہ کچھ نقوش اب تک پیش کر رہا ہے۔ وہاں یہ واقعہ امید افزا ہے کہ اس کی سلطنت فن کا زیادہ وسیع علاقہ حبِ محمدؐ اور ذکرِ محمدؐ اور آیاتِ قرآنی کے بیان کے تسلط میں آچکا ہے۔

علامہ احسان الٰہی ظہیر

مدت کے بعد سرراہے "فنون" کا سالنامہ دیکھنے کا اتفاق ہوا۔

اس شمارہ میں معرکے کی چیز صحرائی اور بدوی شاعر عبدالعزیز خالد کی "کجدار و مریز" تحریر تھی۔ خالد صاحب کے بارے میں پرانی ادبی شناسائی اور آشنائی کے حوالے سے اتنی واقفیت تو تھی کہ وہ بے پناہ اور بے محابا شاعر ہیں۔ اور یہ بھی کہ ہفت زبان اور وہ لغات ہیں۔

لیکن اس مقالے کو دیکھ کر علم ہوا کہ زبانِ عربی پر انہیں اس قدر مضبوط گرفت اور قرآن و حدیث سے اس قدر گہری واقفیت ہے۔ انہوں نے مدعظیم مشرقی شعرا رومی اور اقبال کے کلام پر قرآن و حدیث اور عربی لغات کے تناظر اور حوالے سے جو محاکمہ کیا ہے وہ کلام رب و نبیؐ اور کلام عرب سے گہرے تعلق کا غماز ہے۔ اور مجھے یہ دیکھ کر خوشگوار حیرت ہوئی۔ کہ ہمارے ہاں ابھی تک ایسے ادیب اور شاعر موجود ہیں۔ جو صرف لب و لہجہ اور پرگوئی کے لحاظ سے ہی عرب شعراء کے مثل نہیں۔ بلکہ عربی زبان اور اس کے قواعد پر گہرے عبور کی بناء پر ان کے ہم پایہ اور ہم پلہ کہلانے کا حق رکھتے ہیں۔

اس بناء پر اس خوشی ہوئی کہ اس پورے مقالے میں زبان و بیان انتہائی مؤدب اور انداز اور اسلوب انتہائی باوقار ہے۔

اصغر حسین خاں نظیر لدھیانوی

خیالاتِ اقبال سے روح تازہ
سرِ نعتِ خالد نے دل کو ابھارا

مجروح سلطانپوری

عبد العزیز خالد صاحب سے بالمشافہ تعارف تو نہیں ہے۔ مگر ان کے کلام سے جس میں اساطیری اور مذہبی و فلسفیانہ رموز بکثرت آتے ہیں۔ اندازہ ہوتا ہے کہ مشرقی علوم اور شعر و ادب کی روایات سے باخبر شخص ہیں۔

منظر ایوبی

اُدب نوازوں پر فرض ہے کہ وہ صبح سویرے ــــــــ عبد العزیز خاؔلد کی تلاوت کریں۔

رحمان مُذنب

اُردو شاعری کی پوری تاریخ میں کسی شاعر کے ہاں اتنے متضاد، متنوّع اور مختلف اسلوب نہیں ملتے۔

یوسف ناظم

یہ بات تو سبھی کو معلوم ہے کہ عبد العزیز خاؔلد اُردو کے تنہا شاعر ہیں۔ جن کے کلام میں اُردو کے کم سے کم الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

میرزا ظفر الحسن

غالب لائبریری میں پاکستان اور ہندوستان کے نئے اور پرانے ڈھائی سو رسائل کے کئی ہزار شمارے ہیں۔ جن کی اکثریت ممتاز شاعر عبد العزیز خالد کا گراں قدر عطیہ ہے۔

م۔ ش (میاں محمد شفیع)

ضلع جالندھر کے کسانوں نے نسل در نسل ایک روایت ورثے میں پائی ہے۔ اور وہ روایت ہے دیانت داری اور محنت شاقہ کی اس محنت شاقہ اور دیانت داری، کی روایات نے ان میں، چودھری محمد علی، میاں نصیر احمد، میاں عبد الباری، جسٹس ایم۔ اے صوفی، جسٹس محمد صدیق اور پیر محمد جیسے ناقابلِ فراموش کردار کے حامل لوگوں کو پروان چڑھانے میں مدد دی۔

عبد العزیز خاؔلد جیسا نابغۂ روزگار شاعر بھی ایسے ہی کسانوں کا قابلِ فخر سپوت ہے۔

کامل القادری

میری تنقیدی کاوشوں کو "مدّاحی" نہ قرار دیا جائے۔ خاؔلد اپنے رطب و یابس (جو زود گویوں کا المیہ ہوتا ہے) کے باوجود بڑا شاعر ہے۔ اور ابھی اس کے قلم میں افسردگی نہیں آئی۔ جبکہ ظہیر کاشمیری، احمد ندیم قاسمی، فیض احمد فیض کو جو کچھ دینا تھا دے چکے ہیں۔ اور اب خود کو دُہرا رہے ہیں۔ یوں جوش اور اقبال کے بعد شعراء میں خاؔلد سے توقعات وابستہ کی جا سکتی ہیں۔

ڈاکٹر محمد ریاض

اُردو نعتیہ شاعری بڑی ایمان افروز اور فکر انگیز ہے۔ میرا خیال ہے کہ حالی، اقبال، ظفر علی خاں، ماہر القادری، عبدالعزیز خالد اور نعیم صدیقی کی نعتیہ شاعری ہمیشہ اُردو ادب کا افتخار رہے گی۔

سیّد الطاف علی بریلوی

خالد صاحب اردو شاعری کے قرار تم ہیں۔)

جانباز مرزا

صاحبِ فارقلیط

بُوئے حجاز سے اڑا تیرے قلم کا بانکپن
تیرے حضور سجدہ ریز تیرے مزاج کی لگن

تیرا قلم اٹھا جہاں بیٹھ گئی ستم گری
توڑ گیا قلم ترا آئینہ ہائے سامری

تیرے قلم نے بخش دی عہدِ وفا کو زندگی
تیرے قلم سے مل گئی اہلِ نوا کو زندگی

تیرا قلم ہے معجزہ حُبِّ شہِ حجاز کا
تیرے کلام میں نہاں لُطف ہے سوز و ساز کا

تیرا یہ عزم نو بہت کفر کو ناگوار ہے
تیرا کلام بالیقیں وقت کا شاہکار ہے

وسعتِ کائنات میں اور بھی ہو تُو نامور
اور قلم میں ہو اثر اور ہو تُو عزیز ترا!

قمر صدیقی

اے قلمکار!

اے قلم کار!
تجھے کون سی شے پیش کروں ؟
کون سا لفظ ہے جو میں تری فرہنگ کو دوں ؟
کونسا ساز ہے جو میں ترے آہنگ کو دوں ؟
نظم کہہ کر جو کروں پیش تو حیرانی ہو
اور غزل کہنے کی کوشش میں پشیمانی ہو
تُو کہ مینارِ سخن ہے تجھے درکار نہیں
لفظ ...... یا نظم و غزل
تو سخن کا وہ محل
جس کی تعمیر میں خود تیرا لہو شامل ہے
عشق ہے اس سے تجھے میں حُسن جو کامل ہے
تو نے جو لفظ لکھا ہے اسے بینائی دی

تُو نے جو شعر کہا ہے اسے گہرائی دی

پیش کرنے کو مرے پاس نہیں ہے کچھ بھی

تیری عظمت میں نہیں کوئی کلام !

اے قلم کار !

تجھے میری عقیدت کا محبت کا سلام

تیری تصویر میں کب رنگ میں بھر سکتا تھا

بس محبت ہی تجھے پیش میں کر سکتا تھا

اے قلم کار !

بہت خوش ہوں تری محفل میں

میں تہی دست نہیں آیا ہوں

چُومنے کو تری تخلیقِ حسیں

تھرتھراتے ہوئے لب لایا ہُوں

اے قلم کار !

تجھے میری محبّت کا، عقیدت کا سلام !

کامل القادری

لیجیے ایک پُرلطف لطیفہ سنئے : میں حسبِ معمول دفتر میں بیٹھا کام کر رہا تھا کہ مولانا زکریا تشریف لائے، آپ مولانا ابوجلال ندوی مدظلہ، کے بھانجے ہیں، قرآنِ حکیم، احادیث اور عربی پر خاصی نظر رکھتے ہیں۔ میں ذہنی طور پر اس قدر مصروف تھا کہ ان سے گفتگو نہ کر سکتا تھا۔ انھیں لگائے رکھنے کے لیے "خالد کا تصورِ جہاں" انھیں پڑھنے اور تنقیدی نظر سے دیکھنے کے لیے دیا اور اپنے کام میں محو ہو گیا۔

اُنھوں نے پڑھنا شروع کیا، پہلے وہ الجھتے اور سوال کرتے رہے، لیکن جب وہ اس مقام پر پہنچے جہاں سے " یہ دنیا زنِ فاحشہ" کی حدیث شروع ہوتی ہے تو دم بخود پڑھتے ہی چلے گئے —— اور پھر فرمانے لگے، کیا ہی خوب صورت نظم ہے شاندار، دنیا کو کسی نے سمجھا ہے تو خالد صاحب نے —— . . . . !

تعریف و توصیف کے ایسے ایسے کلمات فرمائے کہ میں انگشت بدنداں رہ گیا، اُنھوں نے تاڑنے والی نظر سے دیکھا، پھر مسکرائے اور فرمایا کہ واللہ خالد صاحب سامنے ہوتے تو میں خاموش رہتا لیکن اب وہ سامنے نہیں ہیں تو تمھارے ایسے نیم پخت لوگوں کو ان کے حقیقی مقام اور رتبے سے باخبر کرنا ضروری سمجھتا ہوں، یہ نظم بے مثال ہے۔ اور نہایت نادر تشبیہات بھی ہیں۔

"اور میرا مقالہ" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

چلو اس نظم کے طفیل گوارا کر لیتے ہیں" اُنھوں نے کہا "یوں تمھاری شرارتوں کو مجھ سے بہتر کون سمجھتا ہے، تم محض نظم پیش کرنا چاہتے تھے اور اس کے لیے غیر ضروری طولانی تمہید باندھی ہے —— لیکن چپک گئی ہے۔"

ڈاکٹر محمود الرحمٰن

عبدالعزیز خالد —— ان سے ملنے کے بعد تو بس یہی کہنے کو جی چاہتا ہے۔

ع اس کی ادا دل فریب، اس کی نگہ دلنواز

بشیر ساجد

شہنشاہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعرِ اعظم "جناب عبد العزیز خالد کے لیے آپ نے موجودہ شمارہ کے ۸۰ صفحات وقف کر کے ایک بڑی خدمت انجام دی ہے۔ لیکن ایک کمی محسوس ہوئی۔ سیارہ کا گزشتہ خالد نمبر ۶۸ء میں شائع ہوا تھا۔ پچھلے پندرہ برس کے دوران میں خالد صاحب نے متعدد شعری محاذوں پر اپنے قلم کی جولانی دکھائی ہے اور مضامینِ نو کے انبار لگا گئے ہیں۔ ۶۸ء کے بعد ان کی شاعری اور فن کے ارتقاء اور نئی جہتوں کا مفصّل جائزہ لینا ضروری تھا۔ میں نے پہلی دفعہ خالد صاحب کی ایک طویل معرّا نظم ماہنامہ ساقی (کراچی) میں غالباً ۴۸ء یا ۴۹ء میں پڑھی تھی۔ جس سے یہ شہادت ملتی تھی کہ شعر و ادب کے آسمان پر ایک نیا درخشاں ستارہ طلوع ہوا ہے۔ دیکھتے دیکھتے خالد صاحب خلود کی منزل تک پہنچ گئے۔ وہ شاعرِ ہزار شیوہ ہیں۔ نہ تھکنے، نہ ٹوٹنے والے قلم کے مالک۔ ان کا تخلّص ان کی ذہنی کیفیت کا آئینہ دار ہے۔ حضرت خالدؓ بن ولید تلوار کے دھنی تھے۔ اپنی جانبازانہ یلغاروں کی وجہ سے انھیں دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے 'سیف اللہ' کا خطاب ملا۔ اپنے عہدِ خلافت میں حضرت صدّیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی مسلسل اور شاندار فتوحات کی خبریں پا کر حیرت، استعجاب اور مسرت کے عالم میں فرمایا تھا کہ:

"عورتوں کی کوکھیں بانجھ ہو گئیں۔ اب کوئی عورت دوسرا خالد نہیں جنے گی"

عبد العزیز خالد کے قلم کی فتوحات کو دیکھ کر کبھی کچھ ایسی ہی بات کہنے کو جی چاہتا ہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ہر جنگی محاذ پر شاندار کامیابی حاصل کی۔ حضرت عبد العزیز خالد ہر شعری محاذ پر کامیاب ہیں۔ انشاء نے شاعرانہ تعلّی سے کام لے کر کہا تھا کہ ؎

صف باندھے کھڑے رہتے ہیں مضموں مرے آگے!

انشاء کا یہ مصرعہ خالد صاحب پر زیادہ صادق آتا ہے۔ خالد کا فن ایک دریائے بیکراں کی مانند ہے جو کئی شاخوں میں منقسم ہے۔ ہر شاخ بجائے خود ایک جوئے نغمہ خواں۔ ان کا مخصوص اور منفرد اسلوب ہے۔ جو سب سے الگ پہچانا جاتا ہے ؎

گُجھی رہے نہ ہیر ہزار دِچّوں!

ان کا سا عالم، مورّخ اور متنوّع شاعر اور کوئی نظر نہیں آتا۔ خشک علم بھی ان کے ہاں شعریّت کے سانچے میں ڈھل جاتا ہے۔ ان کی شاعری کی اپنی لغت ہے۔ ان سے زیادہ اُردو کے کسی شاعر نے الفاظ استعمال نہیں کئے۔ اجنبی علاقائی اور غیر ملکی الفاظ کے استعمال کا سلیقہ کوئی ان سے سیکھے۔ وہ گزشتہ تہائی صدی سے مسلسل لکھ رہے ہیں۔ لیکن

تھکن اور جمود کے کوئی اثر نہیں۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ انھیں جو کچھ کہنا تھا، کہہ چکے، ان کا فن برابر ارتقار کی منزلیں طے کر رہا ہے ؏

منزل ہے کہاں تیری اے لالۂ صحرائی ؟

ذاتی طور پر مجھے ان کی نعت گوئی بہت پسند ہے۔ اس میں بے پناہ خلوص و عقیدت کے لیے بیکراں وسعت، جدّت اور انفرادیت ہے۔ ایک جدید قصیدۂ بُردہ ہے جو کئی جلدوں پر پھیلتا ہے جا رہا ہے۔ انھوں نے اپنے لیے جنّت کا سامان کر لیا ہے۔

زیرِ نظر شمارہ میں ان کی حمد (ہلّو یاہ) اور نعت (حاط حاطؐ) ان کے منفرد اور دلکشا اسلوب کی نمایاں مثالیں ہیں۔ دونوں کے آخر میں مناجاتیں اور التجائیں ہیں۔ ذرا دیکھیے اللہ سے کیا مانگتے ہیں اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا چاہتے ہیں ؟

اللہ سے

گونگے پن کے عیب سے مجھ کو بچا
کر زبانِ حق بیاں مجھ کو عطا
میرے اندر کر تو پیدا پاک دل
مصلحت نا آشنا، بے باک دل
بے کسوں کے واسطے غمناک دل
ظالموں کے واسطے سفّاک دل
ہوں مناجاتی میں تیرا مستقل
کر وراثت دین و دانش کی مجھے تو منتقل
رکھ مجھے اپنے عقائد میں ہمیشہ معتدل
ہو نہ بے سود و سبب میری طبیعت مشتعل

رسول سے

میں کہ اک خانہ خراب آوارہ
اپنی راہوں میں تو کر زندہ مجھے
"اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ مَعَ حَسَّان"
مژدہ خالد کو بھی بارے یہ ملے

بارے شامل ہو یہ ان میں کہ جو ہیں

حَافِظُونَ لِحُدُودِ اللہِ

اسم وہ اس کو عطا ہو جس سے

ابدیت کے کھلیں دروازے

یہ ایک ایسے شاعر کی بَرملا دُعائیں ہیں جو بیوروکریسی اور اسٹیبلشمنٹ کا حصّہ ہے

ذَالِكَ فَضْلُ اللہِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ

نوائے شوق بلھے شاہ و خالد کا ایک انداز سراسر مختلف ہے۔ سادگی، سلاست، درد، سوز، دل گدازی، ربودگی، جیسے بلھے شاہ کسی گلی کے موڑ پر جذب و کیف کے عالم میں آہستہ آہستہ اپنی ڈفلی بجا رہے ہیں۔ دست بہ کار، خالد صاحب نے اٹھارہویں صدی کے دیہاتی پنجاب کا ماحول (جو بلھے شاہ کی شاعری کا پس منظر ہے) بڑے ہی پیار، بڑی ہی دل سوزی اور خوب صُورتی سے اُجاگر کیا ہے۔ قاری آج سے دو سو سال پہلے کی فضا میں دم لینے لگتا ہے۔ اس نظم میں اُردو بحر میں ڈوب کر کہے ہوئے پنجابی اشعار اور مصرعوں کو اس طرح مربوط کیا ہے کہ نظم کی خوب صُورتی اور دل کشی انتہا کو پہنچ گئی ہے۔ اُردو شاعری کے لیے یہ ایک حسین اور رہنما تجربہ ہے۔ بلھے شاہ کی شاعری اور پیغام کا ست اس میں آ گیا ہے ؎

ہے مرا تخت ہزارہ مکّہ\
میرا رانجھن ہے محمّد عربی\
اب ہے لے دے کے اسی کے ناتے\
جو بھی ہے ساک سکیری میری

"بنگلہ دیش کے عوام کے نام" کا لب و لہجہ، رنگ و آہنگ بالکل جداگانہ ہے۔ نوائے شوق بلھے شاہ اور بنگلہ دیش کے عوام کے نام۔ اگر کوئی قاری الگ الگ پڑھے تو اس کے لیے یہ اندازہ لگانا مشکل ہوگا کہ یہ دونوں ایک ہی شاعر کے رشحاتِ فکر کا نتیجہ ہیں۔ تاہم اپنے مناظر، پیغام اور مطالب کے لحاظ سے یہ ایک اہم نظم ہے اور بیباکی اظہار کی بھی آئینہ دار ہے۔ اس کے آخر میں بھی دعا ہے ؎

خالد کے فکر و فن کو	پُرکار سادگی دے
شانِ سکندری دے	آنِ قلندری دے
اس خام کو بشارت	عمرِ دوام کی دے
اسرار ذات کردا	کھول اس پہ "رازِ تکویں

یہ گناہ گار آمین کہتا ہے ۔ شانِ سکندری دنیائے شعر میں تو وہ حاصل کر چکے ہیں ۔ دنیاوی لحاظ سے بھی شانِ سکندری نہ سہی، شانِ افسری تو اب بھی اللہ نے دے رکھی ہے ۔ جہاں تک آنِ قلندری کا تعلق ہے ع

اگرچہ مُوتراشد قلندری داند

(ویسے قلندر چار اَبرو کا صفایا کرتے ہیں ۔ جہاں خالد صاحب غالباً صرف داڑھی اور مونچھ کا ۔ لہٰذا اصطلاحاً بھی وہ نصف قلندر تو ہو ہی جاتے ہیں) ۔ اقبال کی دعاؤں اور خالدؔ کی دعاؤں کا تقابلی مطالعہ بھی دلچسپ رہے گا ۔

دراصل میں نے یونہی نفس درازی سے کام لیا، آپ نے دمِ گفتگو میں خالدؔ صاحب کی شخصیت، فن، خیالات، میلانات معتقدات وغیرہ کو بڑی عمدگی سے اُجاگر کیا ہے ۔ یہ ایک نہایت خوب صورت اور جامع انٹرویو ہے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ خالد صاحب جس طرح شعر کہتے ہیں ۔ گفتگو بھی اسی طرح کرتے ہیں ۔ اَب تک ان پر اتنا کچھ لکھا جا چکا ہے کہ اقبال پر اس کا عشرِ عشیر بھی ان کی زندگی میں نہیں لکھا گیا ۔ اس سلسلے میں شورش کاشمیری مرحوم کی تقریر یا تحریک ایک یادگار چیز ہے ۔ ان کے بقول خالد کی شاعری تنقیدِ حیات، تفسیرِ حیات، تطہیرِ حیات ہے، میں کہتا ہوں کہ تنویرِ حیات ہے ۔

صبا متھراوی

"زندہ شخصیت" کے عنوان پر جناب عبدالعزیز خالدؔ کی شخصیت اور کلام پر جو ہر جہتی روشنی ڈالی گئی ہے اس میں حقیقت کے چراغ روشن ہیں ۔ خالد صاحب کی شخصیت ہمارے اَدبی مستقبل کا غیر فانی سرمایہ ہے "دمِ گفتگو" میں آپ کے سوالات اور خالد صاحب کے جوابات دونوں ہی قابلِ تحسین ہیں ۔ خالد صاحب نے تو حقیقت کا اظہار کیا ہے لیکن آپ نے جن نفسیاتی سوالوں سے ان کے باطن کی نقاب کشائی کی ہے وہ بھی کچھ کم قابلِ ستائش نہیں ۔

قمر ہاشمی

مُحبِ گرامی عبدالعزیز خالد ۔ معارف پرور انسان دوست، سچّے اور بڑے فن کار ہیں، ان کی شاعری کے مطالعے کے بعد یہ احساس ہوتا ہے کہ عبدالعزیز خالد اپنے تبحرِ علمی اور اپنی انسان دوستی کے ذریعے بلند ترین معیار و منصب پر فائز ہیں وہ اپنے معاصرین سے چشمک یا چشمِ حسود رکھ کر نہیں ملتے بلکہ بڑے انسانوں کی طرح خاکساری و سرنہادگی کے ساتھ ملتے ہیں ۔

اور

"نہند شاخِ پُر میوہ سر بر زمین"

کی تفسیر ہیں، انھیں کبر و نخوت ایسے بتذل اور مصنوعی احساسات سے نفرت ہے، لفظ و بیان ان کے چاؤش اور بلاغت ان کی چیری ہے، انھیں زبان و بیان پر جو قدرتِ کاملہ حاصل ہے اس کے لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے؟ میں اُن کے ایک پُرخلوص نیاز مند لیکن سخت گیر قاری کی حیثیت میں یہ عرض کرنے کی جرأت کر رہا ہوں کہ انھیں "ابلاغ" کی طرف زیادہ توجہ دینا چاہیئے۔ یہ شاعر اور اس کے قاری کے درمیان پلِ صراط ہے۔ جس پر سے سلامت روی کے ساتھ اگر گزر اجائے تو دونوں کے درمیان افہام و تفہیم کا رشتہ مشکل سے قائم رہتا ہے۔

غلام حسین اظہر

جسم کے ارتفاع اور عورت کی محبت کی شدت کا اظہار عبدالعزیز خالد نے اپنے ڈراموں میں بڑی مہارت سے کیا ہے۔ ان کے منظوم ڈراموں کے اکثر نسائی کردار بڑے جاندار اور امٹ ہیں۔ "برگِ خزاں" میں عذرا کا کردار نسائیت کا ایک دل فریب اور دلپذیر نمونہ ہے۔ اس کے درد مجبوری اور آہ بیچارگی میں بھی عزم و عمل کا نشاط اور سرخوشی شامل ہے۔

تہذیبی مزاج اور ثقافتی کردار کے لحاظ سے اس کا کردار بڑا اہم ہے۔

"سالومی" میں سلومی کا کردار بھی ناقابلِ فراموش ہے۔ یہ ناکتخدا نوخیز و نوجوان لڑکی اعتماد و عزم کا مجسمہ ہے۔ یوحنا کے سر بریدہ سے اس کا کلام کمالِ فن کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے۔ اس میں سلومی کی محبت، نفرت، انتقام اور حسرت کے جذبات کا ایک تیز بہاؤ کا حامل طوفان ہے "طلسمِ زندگی" میں دلیلہ کی انا پرستی کا اظہار بھی بہت ہی مؤثر ہے۔ عشق کے والہانہ جذبات سے معمور کرداروں کی پیش کش کے وقت خالد کا اندازِ بیان بھی بدلا ہوا نظر آتا ہے۔ وہ عربی اور فارسی کے بھاری بھرکم الفاظ و تراکیب کے بجائے بڑے بے ساختہ اور سادہ انداز میں اظہارِ خیال کرتا ہے۔

("اردو نظم پاکستان میں ——— اوراق جدید نظم نمبر جولائی، اگست ۷۷ء)

صبا اختر

ہے تخلص جس کا خالدؔ ہاں وہی عبدالعزیز خالدؔ
نعتیہ اشعار جس کے فکر و معنی کی تمیز

حفیظ تائب

قیامِ پاکستان کے بعد نعتیہ قصیدے نے حیرت انگیز ترقی کی ہے۔ اور یہ صنف لامحدود وسعتوں سے ہم کنار ہوئی ہے۔ جن شعراء کی مسلسل فکری اور فنی کاوشوں کی بدولت قصیدے کے بہت سے نئے امکان سامنے آئے ہیں، ان میں پہلا نام عبدالعزیز خالد کا ہے۔ عبدالعزیز خالد نے صحف سماوی، حدیثِ نبوی اور دوسری قوموں کے سرمایۂ دانش سے بھرپور استفادہ کر کے نعتیہ قصیدے کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا ہے۔

بانو قدسیہ

عبدالعزیز خالد کو سمجھنا اس لیے مشکل ہے کہ ہم اپنی میراث کو نہیں سمجھتے۔ اگر ہم اس علم کے وارث ہوتے جو ہمیں ورثے میں ملا ہے تو آج عبدالعزیز خالد زیادہ مقبول شاعر ہوتے۔

کشور ناہید

قافیوں کی راہداری میں عبدالعزیز خالد کو تلاش کرنے کے لیے زلیخا جیسی عمر چاہیئے۔

محمد عبداللہ قریشی

عبدالعزیز خالد ایک مشکل پسند، پُرگو شاعر ہونے کے علاوہ ایک نہایت، با اخلاق اور نیک نفس انسان ہیں۔ نعت گوئی میں اُنھوں نے بلاشبہ نہایت بلند مقام حاصل کیا ہے۔

بلراج کومل

عبدالعزیز خالد ———— ان کی زبان کوثر و تسنیم سے دھلی ہوتی ہے۔
لیکن کہیں کہیں دھلائی زیادہ ہوجاتی ہے۔ خامہ بگوش (جسارت کراچی)

شکیلہ چغتائی

فارقلیط کے مصنف عبدالعزیز خالد کے نعتیہ
کلام میں بڑا علمی رچاؤ، ندرت اور جدت ہے۔
(نوائے وقت)

رفعت سلطان

آپ تو علم کا سمندر ہیں۔

رام لعل

اس سلسلے میں ڈاکٹر وزیر آغا سے صد فیصدی متفق ہوں۔کئی دوسرے شعرا جوش، حفیظ، مصطفےٰ زیدی، جعفر طاہر، شورش علیگ، عبدالعزیز خالد، رفیق خاور وغیرہ کی طرح جگن ناتھ آزاد کے ہاں بھی اقبال کے لہجے کی بلند آہنگی اور لفظوں کا شکوہ اور کرّوفر موجود ہے۔

رام لعل

زرد پتّوں کی بہار

(سائرہ ہاشمی کے ہاں) محمد طفیل صاحب کی آمد کی بھی خبر گرم تھی۔ جب اُن کا انتظار بہت لمبا ہو گیا تو ہم لوگ کھانے کی میز کی طرف بڑھ گئے۔ کھانا کھا کر چائے پی گئی اور صلاح الدین محمود نے اپنی کچھ نظمیں سنائیں۔ عبدالعزیز خالد مجھے اور آغا سہیل کو تھوڑی دیر کے لیے اپنے گھر لے گئے۔ اُن کا اسٹڈی روم دیکھا جو فرش سے عرش تک بھرا ہوا تھا بلکہ ان کا پورا گھر ہی ایک کتاب گھر نظر آیا۔ کیونکہ برآمدے میں بھی بڑے سلیقے سے کتابوں کے اُونچے اُونچے ریک سجائے گئے تھے۔ خالد صاحب فارسی اور عربی الفاظ کا ایک پورا سمندر پیئے ہوئے ہیں۔ اُن کی نظمیں طویل اور مشکل الفاظ سے بھرپور ہوتی ہیں، جن کی تفہیم کے لیے کئی کئی ڈکشنریاں سامنے رکھنی پڑ جاتی ہیں اور میرے پاس تو زیادہ ڈکشنریاں بھی نہیں ہیں۔

رئیس امروہوی

خالد آنست کہ……

تو نویدِ سحر و بہر تو آوردِ رئیس　　نغمۂ کز نفسِ بادِ صبا می خیزد
تو فروغِ چمن و از پئے تو می چینیم　　گلِ اخلاص کہ از شاخِ وفا می خیزد
بر کشا برقعِ افکار کہ ایں پردۂ راز　　پردۂ نیست کہ از دستِ دعا می خیزد
از پئے قطعِ سخن ہائے دراز آوردم　　قطعاتیکہ زِ اقطاعِ وفا می خیزد

اندریں غزوۂ افکار کہ یلغارِ عدوست
خالد آنست کہ با سیفِ خدا می خیزد!

رعنا فاروقی

معروف و مقبول شاعر عبدالعزیز خالد لکھتے ہیں:۔

"میں سہام مرزا کے کلام کا نادیدہ مداح ہوں۔ ان کے طنز میں جو بے پناہ چوٹ، بے ساختگی، شگفتگی، اور تہ در تہ معنویت ہوتی ہے وہ میرے لیے ہمیشہ مسرت و حیرت کا باعث رہی ہے۔ اب آپ نے قمر اجنالوی کے ناول "مقدس مورتی" کا جو سلسلہ شروع کیا ہے۔ اس نے بے اختیار مجھے خط لکھنے پر مجبور کر دیا ہے۔ ایسی کامیاب فضانگاری، بدھ مت کی تعلیمات پر اتنی گہری، وسیع اور محرمانہ نگاہ

اور پھر زبان پر ایسی قدرت کبھی کبھی دیکھنے میں آتی ہے۔ میں دونوں کو مبارک باد پیش کرتا ہوں اور اس مبارک باد میں رعنا فاروقی کو ضرور شامل کر لیں کہ کتنی خوشی ہوتی ہے۔ اُردو میں ایسا ادب تخلیق ہو رہا ہے خدا کرے کہ آپ کا چمن سدا پُر بہار رہے۔"

خالد صاحب! آپ کو یہ بات شاید سہام مرزا نہ بتائیں کہ خط پڑھتے ہوئے ان کا چہرہ احساس مسرت سے دمک اُٹھا تھا۔ خط میری طرف بڑھاتے ہوئے اُنھوں نے جو جملہ کہا وہ آپ کو سنا دوں:

"رعنا ایک طویل عرصے بعد دل میں خوشی کی کرن پھوٹی ہے کہ ہماری محنت کو ایک ذہین شخص نے سراہا۔"

اور یہ سچ ہے خالد صاحب کہ تعریف میں اگر سچائی کا احساس گھلا ملا ہو تو رُوح میں واقعی اُجالا سا ہو جاتا ہے ہماری فکر و نظر کو یہ اجالا دینے کا بہت بہت شکریہ۔

دوشیزہ ڈائجسٹ کراچی (سالنامہ)

خیر الدین انصاری

عبدالعزیز خالد اُردو شاعری کا ایک بڑا نام ہے۔ اُنھوں نے اپنی گرانقدر تخلیقات سے اُردو زبان کے دامن کو مالا مال کیا ہے۔ اُنھوں نے اسلامی تعلیمات کو جس خوبی سے شعر کا لباس پہنایا ہے وہ بے مثال ہے۔ انھیں ترجمہ کرنے کا بھی ملکہ حاصل ہے۔ اُنھوں نے دوسری زبانوں کے شہپاروں کو اُردو کے قالب میں ڈھال کر قومی زبان کے خزانے میں اضافہ کیا ہے۔

علی سفیان آفاقی

——— اس سے بڑھ کر دہ تجربہ تھا جو خالد صاحب کی خواب گاہ اور لائبریری کو دیکھ کر ہوا۔ انتہائی قیمتی اور نادر کتب کا بہت بڑا ذخیرہ اُنہوں نے قطار اندر قطار اپنے بیڈروم اور دوسرے کمروں میں جمع کر رکھا ہے۔ ان کے بیڈروم میں کتابوں کے سوا اور کسی قسم کا فرنیچر موجود نہیں ہے۔ دراصل بیڈروم میں فرنیچر کے وہ قائل ہی نہیں ہیں۔ تمام عمر وہ فرش پر سونے کے عادی ہیں۔ البتہ تکیوں کی بہت بڑی تعداد ان کے استعمال میں رہتی ہے۔

عابد نظامی

۲۸ جون کے مشرق میں محترم آغا صادق صاحب نے افکار و حوادث کے ایک "سہو" کی طرف توجہ دلاتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ بات درست نہیں کہ عبدالعزیز خالد کے مجموعوں کی تعداد سب شاعروں سے زیادہ ہے۔ مثال کے طور پر عدم کے بیس مجموعے شائع ہو چکے ہیں جبکہ خالد کے سترہ شائع ہوئے ہیں۔ خود راقم الحروف کے اب تک انیس مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ "مجموعوں کی تعداد کی حد تک آغا صادق صاحب کی بات درست ہے لیکن اگر معیار اشعار کی تعداد کو بنایا جائے (اور غالباً یہی پروفیسر عبدالسلام خورشید کا مقصد تھا) تو بلاشبہ برصغیر کا کوئی شاعر عبدالعزیز خالد تک نہیں پہنچتا۔ عدم کے بہت سے مجموعے ایسے بھی ہیں جن میں ڈیڑھ سو سے زیادہ اشعار نہیں ہیں۔ یہی حال آغا صادق کے بعض مجموعوں کا بھی ہے۔ جبکہ عبدالعزیز خالد کے ہاں یہ بات نہیں ہے۔ ان کی کتاب "فارقلیط" میں نعتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر تقریباً ڈیڑھ ہزار اشعار شامل ہیں جو کیفیت اور اثر آفرینی کے اعتبار سے اپنی مثال آپ ہیں انہیں عہدِ حاضر کا سب سے بڑا نعت گو کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ عبدالعزیز خالد کے زیرِ طبع مجموعوں کو اگر شامل کر لیا جائے تو ان کی تعداد متذکرہ بالا دونوں بزرگوں سے زیادہ ہو جاتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ عبدالعزیز خالد ابھی نوجوان ہیں۔ ان کے ابھی کئی مجموعے شائع ہوتے ہیں۔ جبکہ جناب عدم اور آغا صادق (خدا اُن کی عمریں دراز کرے) بڑھاپے کی آخری منزلوں میں ہیں۔
(۲ جولائی۔ مشرق ۱۹۷۱ء)

عابد نظامی

میرے خیال میں اُردو نعت کے دو مکاتبِ فکر ( ) ہیں ایک کے امام حضرت امیر مینائی ہیں اور دوسرے کے سرخیل مولانا محسن کاکوروی بات کو مزید واضح کرنے کے لیے یوں کہنا چاہیئے کہ نعت گویانِ اُردو کا ایک گروہ تو وہ ہے۔

جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال و کمال کے بیان میں اپنی بھرپور قلمی صلاحیتوں سے کام لے کر عشقِ رسول کی دولت عام کر رہا ہے۔ اور اس کے ساتھ ایک دوسرا گروہ ہے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیماتِ مقدسہ کو نعتیہ اشعار میں پیش کر کے انھیں مشعلِ راہ بنانے کی دعوت دیتا ہے۔ گویا نعت سے تبلیغِ سیرت کا مبارک کام لینے کی سعیٔ مشکور کرتا ہے۔ ہمارے ہاں دونوں قسم کے نعت گو شاعر موجود ہیں۔ نعتیہ شاعری کی یہ دونوں قسمیں بڑی اہم، بڑی مبارک، اور نور "علیٰ نور ہیں۔

عہدِ حاضر میں (میرے نزدیک) حافظ مظہر الدین پہلے اور عبدالعزیز خالد دوسرے مکتبِ نعت کے نمائندہ شاعر ہیں

اشفاق نقوی

اب لیجئے ایک اور سینئر کھلاڑی کو ——————— عبدالعزیز خالد۔ ان کے متعلق تو آپ سب جانتے ہیں کہ وہ انتھک قسم کے باؤلر ہیں اور پچاس پچاس گیندوں کا اوور بھی کرا سکتے ہیں۔ مگر "پرابلم" یہ ہے کہ ان کی گیندیں وکٹوں میں جانے کی بجائے بیٹسمین کے سر کے اُوپر سے گزر جاتی ہیں۔ ان کی باؤلنگ اگر کہیں کامیاب ہو سکتی ہے تو سعودی عرب کی بچّوں پر مگر افسوس کہ کرکٹ نے ابھی ادھر کا رُخ نہیں کیا۔ بس اسی لیے خالد صاحب کو بھی ڈراپ کرنا پڑ گیا۔

جعفر بلوچ

جناب نظیر (لدھیانوی) بڑے کہنہ مشق اور وسیع التجربہ شاعر ہیں۔ اگرچہ ان کے یہاں غیر معمولی ندرت، طرفگی، وضعِ تراکیب کی نیرنگیاں اور اچھوتے موضوعات کی جستجو اور انھیں نو بہ نو اسالیب میں ڈھالنے کی صلاحیت کا اظہار اس بھرپور انداز میں نہیں ملتا جو علامہ اقبالؒ، ظفر علی خان اور آج کے دور میں عبدالعزیز خالد کا خاصہ ہے لیکن اساتذہ کے متعینہ معیاروں کا التزام خاص ضرور ان کے یہاں دیکھا جا سکتا ہے . . . . . .

حفیظ تائب

حافظ مظہر الدین نے جدید اور قدیم رنگ کے خوب صورت امتزاج سے نعت کو دلوں کی دھڑکنوں سے ہم آہنگ کیا تو عبدالعزیز خالد نے نعت کو علمی، اَدبی سطح پر منوا کر اس کے لیے لامحدود امکانات کے باب کھولے۔

ڈاکٹر بشارت علی

دور حاضر خصوصیت سے نعتیہ شاعری کے انتہائی عروج و ارتقاء کا دور ہے۔ اس دور میں علامہ اقبال، مولانا ظفر علی خان، حفیظ جالندھری، ابوالاعظم امجد حیدرآبادی، عبدالعزیز خالد، حمید صدیقی اور بہزاد لکھنوی جیسے شعرائے کرام منصۂ شہود پر نمودار ہوئے۔ اور نعتیہ شاعری کو بے حد مقبول و محبوب مشغلہ بنا دیا۔ اور انشاء اللہ یہ سلسلہ نسلاً بعد نسلٍ یونہی چلتا رہے گا۔

سید حامد سروش

سب سے پہلے عبدالعزیز خالد پر لکھی ہوئی نظمیں پڑھیں تاکہ ان کے بعد خالد صاحب کو پڑھنے کا حوصلہ ہو جائے، پڑھنا تو اسی ارادے سے شروع کیا تھا، ان نظموں میں محبت، خلوص اور عقیدت کی ایسی لہر تھی جو بظاہر نایاب نظر آتی تھی مگر سر سے گزر گئی۔ احسان دانش صاحب، حفیظ تائب، عالمتاب تشنہ، زاہدہ صدیقی کی نظموں میں ایسا والہانہ پن تھا کہ خالد صاحب کے کلام کو پڑھنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ ان نظموں کی روشنی میں خالد صاحب کی جو شخصیت اور ان کے کلام کا جو تاثر ہے اسے محسوس کر کے اپنی ذہنی نارسائی کا احساس ہونے لگتا ہے۔ یقیناً جس شاعر کو اتنے بڑے بڑے دانش ور بڑا کہتے ہیں اس میں کہیں نہ کہیں کوئی نہ کوئی بڑائی ضرور ہو گی جو ابھی تک میری نگاہوں سے اوجھل ہے، بہرحال کبھی نہ کبھی تو خالد کو پا ہی لیں گے۔

اسی دوران ایک لطیفہ ہو گیا، سلمان نے پاس آکر پوچھا، ابو! کیا پڑھ رہے ہیں۔ میں نے کہا خالد کو پڑھ رہا ہوں انہوں نے کہا تایا ابو کو؟ (ان کے تایا ابا کا نام خالد ہے) میں نے کہا نہیں دوسرے خالد ہیں۔ کہنے لگا۔ اچھا میں سمجھ گیا خالد انکل کو۔ دیوں جیسے برسوں کی شناسائی ہو!) پھر فرمانے لگے، میرا سلام خالد انکل کو لکھ دیجئے گا (حسب عادت، بیٹے صاحب اگر پدر نتواند پسر تمام کند۔ سلمان صاحب کا سلام خالد کو ضرور پہنچا دیجئے گا یہ ایک معصوم امانت ہے جو آپ کے سپرد کر رہا ہوں۔

فضیل جعفری

نئے ادب اور نئی شاعری کی پرکھ اور اس کی قدر و قیمت کے تعین کے لیے ہمیں نئی تنقید کی ضرورت ہے۔ اس نئی تنقید کی غیر موجودگی میں ہماری حالت کافی مضحکہ خیز ہو گئی ہے۔ مثال کے طور پر پونم (حیدر آباد دکن) کے تازہ شمارے میں مظفر حنفی نے عبد العزیز خالد کی شاعری کو مبہم اور گنجلک شاعری بتایا ہے۔ دوسری طرف انہی خالد کو باقر مہدی (ایڈیٹر رسالہ محور، دہلی) اُردو کا مایۂ ناز شاعر سمجھتے ہیں۔

ڈاکٹر ریاض مجید

عصرِ حاضر میں عبد العزیز خالد کی نعتوں میں ہندی الفاظ، تلازمات اور ہندی معاشرت و تمدن اور شعر و ادب کے مناسبات و تصورات کے استعمال کا منفرد انداز نظر آتا ہے۔

شمس الرحمن فاروقی

خالد صاحب بہر حال غیر معمولی طور پر قادر الکلام شاعر ہیں۔
ان کے کلام میں گرمی نہیں لیکن زور ہے۔ وہ بنیادی طور پر قصیدے کی روایت کے شاعر ہیں۔

اقبال اسدی ایڈووکیٹ

میں آپ کو جب دیکھتا ہوں۔ تو مجھے ایسے لگتا ہے۔ جیسے کوئی اوتار آ رہا ہے۔

مجیب الرحمٰن شامی

——— اپنی مثال آپ
ایسا کہاں سے لائیں کہ ان سا کہیں جسے

فضل مَن اللہ

——— مئی کے یہی دن تھے سات برس بعد ۔ اب میں سیارہ کا خالد نمبر تیار کر رہا تھا ۔ اُردو شاعری میں اتنا قد آور شاعر کسی نے کا ہے کو دیکھا ہوگا ۔ سیارہ نے ایک ضخیم و جیم خاص نمبر خالد نمبر کے نام سے پیش کیا ۔ اور اس نمبر کے واسطے سے سیارہ کو پاک و ہند کے چوٹی کے لکھنے والوں کا تعاون حاصل ہو گیا۔

ہم افسوں گرِ تن حرفِ کہن میں روح نو پھونکیں ۔

بے شک وہ تن حرف کہن میں نئی رُوح پھونکیں مگر ذرا آسان الفاظ میں پھونکیں ورنہ وہ پھونک جادو کے بول بن کر رہ جائے گی جس کے معنی صرف منتر پڑھنے والا سمجھ سکتا ہے ———

خامہ بگوش

خالد صاحب پر ابھی تک یہ غیر شاعرانہ راز فاش نہیں ہوا ۔ کہ جس طرح افراطِ زر سے اقتصادی بحران پیدا ہوتا ہے ۔ اسی طرح افراطِ شعر سے ادبی بحران بھی پیدا ہو سکتا ہے ۔

(جسارت کراچی)

صالحہ صبوحی

عبد العزیز خالد صاحب نے اپنی غزل کے ایک شعر میں کہا ہے

شکیلہ رفیق

ہفت زباں شاعر عبد العزیز خالد کا مطالعہ و مشاہدہ دونوں ہی بے حد وسیع ہیں ۔ اُنہوں نے شاعری کو نیا اور منفرد اسلوب دیا ہے اور اسی سبب سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ شاعری میں ایک نئی تحریک کو فروغ دے رہے ہیں ۔ بلا شبہ وہ اس دور کے ممتاز اسلامی شاعر ہیں ۔ فارقلیط ان کا ایسا معرکہ ہے جو زندہ جاوید ہے ۔ کتابوں سے ان کا لگاؤ دیکھ کر رشک آتا ہے ۔ کتابیں ہی ان کا اوڑھنا بچھونا سب کچھ ہیں ۔ میں ان کے فن اور شخصیت کے قدر دانوں میں ہوں میں خوبی ان میں سب سے نمایاں ہے کہ ہر اچھی تحریر کی فراخدلانہ تعریف کرتے ہیں ۔

نور احمد انجم فاروقی

_____ حضرت محسن کاکوروی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ، کرامت علی خاں شہیدی رحمۃ اللہ علیہ، امیر مینائی رحمۃ اللہ علیہ، بیدم وارثی رحمۃ اللہ علیہ نعت کے بلند مقام پر فائز ہیں۔ پھر ظفر علی خاں رحمۃ اللہ علیہ اور اقبال رحمۃ اللہ علیہ اور آج کے عبدالعزیز خالد نابغۂ روزگار شخصیتیں ہیں۔ _____

اور اس سلسلۃ الذہب کی مرصع کڑی عبدالعزیز خالد ہے جو اپنی طرزِ خاص کا موجد بھی ہے اور خاتم بھی۔ فارقلیط کے بعد منحمنا اس کا نقطۂ عروج ہے۔ اللھم زد فزد!

ڈاکٹر احمد سجّاد

_____ مگر اس کے باوجود اُردو اُدیبوں اور شاعروں کا سوادِ اعظم کسی مثبت یا منفی فکر سے بہرہ ور ہیں۔ اس لیے اسلام کے حوالے سے اپنی جڑوں کی شناخت کا مسئلہ ہو یا نعت گوئی کے ادبی فروغ کا کہیں کوئی قابلِ لحاظ کارنامہ پنپ نہیں رہا ہے۔

البتہ عبدالعزیز خالد، ماہر القادری، عارف عبدالمتین، نعیم صدیقی، رشید قیصرانی اور صلاح الدین پرویز وغیرہ نے جو نمونے پیش کیے ہیں ان میں (مستقبل؟) کے لیے روشن امکانات کی کمی نہیں۔

گوہر ملسیانی

چونکہ میں انگریزی ادب کا بھی طالب علم ہوں۔ اس لیے انگریزی ادب کے کلاسیکی دور میں سے ملٹن اور رومانی دور میں سے شیلے اور کیٹس سے متاثر ہوا ہوں۔ ورڈز ورتھ کی نیچرل شاعری بھی پسند ہے۔

اُردو شعرائے کرام میں سے میر، غالب، مومن، حسرت، اور اقبال کے علاوہ ماہر القادری، نعیم صدیقی اور عبدالعزیز خالد سے بھی ضرور اثر لیا۔

رعنا فاروقی

"لیکن اُدب کے جاگیردار ڈائجسٹ کو اُدبی پرچہ کہاں مانتے ہیں؟" میں نے اسے یاد دلایا۔"

"ادب کے نام نہاد وڈیرے نہیں مانتے تو نہ مانیں۔ ورنہ اُونچی قامت اور کھلے ذہنوں والے تمام بڑے ناموں نے "دوشیزہ" کو تسلیم کیا ہے۔ عصمت چغتائی، ممتاز مفتی، عبدالعزیز خالد، رام لعل، جوگندر پال، واجدہ تبسم، جیلانی بانو، قتیل شفائی، شان الحق حقی، شوکت صدیقی، انور عنایت اللہ، مشفق خواجہ _____ کیا چھوٹے نام ہیں۔"

اس نے تند لہجے میں پوچھا

(ملاقات _____ عظمت عظمی)

مسعود جاوید

آج جبکہ حلقۂ اَدب اسلامی سرد مہری کا شکار ہے۔ بہت سے ادیب، اسلامی اَدب پیدا کر رہے ہیں۔ مثلاً عبد العزیز خالد ــــــــ وغیرہ!

سلیمان خمار باگلکوٹی (بیجاپور)

عبد العزیز خالد کی رباعیات ان کے اس مصرع کی بھرپور ترجمانی کرتی ہیں۔

ع تابع ہیں مرے جملہ افانینِ کلام

اقبال پاریکھ

ملک کے نامور شاعر عبد العزیز خالد لاہور سے تحریر فرماتے ہیں۔ " ابھی ابھی آپ کے پرچے "سسپنس" میں اپنے لختِ جگر کے بارے میں آپ کی خونچکاں تحریر پڑھی۔ انتہائی صدمہ اور دکھ ہوا۔ کوئی الفاظ نہیں جن سے آپ کو تسلی دی جا سکے۔ صاحب اولاد ہی اس کرب کو محسوس کر سکتا ہے۔ بے بس انسان صرف دعا، گریہ اور فریاد ہی کر سکتا ہے۔ معلوم نہیں کوئی سننے والا بھی ہے یا نہیں؟"

اقبال ساجد

اس عہد کا انتہائی عالم فاضل جس کے شعر سمجھنے کے لیے اللہ تعالیٰ کو نئی مخلوق پیدا کرنی چاہیے۔

مستنصر حسین تارڑ

یوگا کے حوالے سے یاد آیا، کہ ان دنوں روزانہ ایک صاحب کے قریب سے گزر ہوتا تھا (باغ جناح میں) جو سر کے بل بڑے مزے سے کھڑے ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ قریب جا کر غور سے دیکھا تو حضرت عبد العزیز خالد تھے۔ پتہ نہیں وہ اس حالت میں شعر بھی کہہ رہے تھے یا نہیں۔

بیدار ملک

شاعرِ اعظم عبد العزیز خالد جو زبان بلکہ زبانوں کے بادا آدم ہیں۔

حسن رضوی

پچھلے دنوں ہم نے اُردو، عربی کے منفرد شاعر عبد العزیز خالد کی ایک نظم پڑھی۔ تو ہماری نظر ایک مصرع کے لفظ " الوپ "

پر جا کر ٹھہر گئی اور ایسی ٹھہری کہ تمام نظم تو "الوپ" ہو گئی اور ہم فقط لفظ "الوپ" ہی میں کھو کر رہ گئے۔ اب تک یہ لفظ ہم نے بڑی بوڑھیوں کو بولتے سُنا تھا۔ اور وہ بھی موقع محل کے اعتبار سے مختلف محاوروں کی صورت میں یا پھر فسانۂ آزاد میں۔ لیکن شاعری میں پہلی دفعہ پڑھ کر ہمیں اس لفظ کی افادیت کا قدرے احساس ہُوا کہ واقعی یہ لفظ اپنے بھرپور مضمون کے اعتبار سے اپنی مثال آپ ہے۔ زندگی کا شاید ہی کوئی شعبہ ایسا ہو۔ جہاں پر یہ فٹ نہ بیٹھتا ہو۔

بیدار ملک

شہرِ جالندھر است مردم خیز
ذرہ اش برستارہ چشمک ریز

یہ گرامی مرحوم کا شعر ہے۔ اور ہم یارانِ مکتب کے جالندھر سے تعلق رکھنے والی کہکشاں کے حوالے سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ شعر مبنی بر حقیقت ہے۔ اسلامیہ کالج لاہور کی علمی، ادبی، سیاسی بلکہ کھیلوں کی تاریخ بھی اس بات کی شاہد ہے کہ اس شہر نے مادرِ علمی کو کیسے کیسے گنج ہائے گرانمایہ دیئے۔ لفظ پاکستان کے خالق چوہدری رحمت علی کا گاؤں جالندھر اور ہوشیار پور کے سنگم پر واقع تھا۔ لیکن ان کی ابتدائی تعلیم جالندھر ہیں ہوئی۔ آل انڈیا شہرت کے ٹسٹ کرکٹر ڈاکٹر جہانگیر خاں اور بقا جیلانی کا بھی اسی شہر سے ناطہ ہے۔ پاکستان کے دو چیف جسٹس جناب شیخ انوار الحق اور چوہدری یعقوب علی کا خمیر بھی اسی سرزمین سے اُٹھا۔ پاکستان کے مایۂ ناز شاعر عبد العزیز خالد بھی ہمیں وہیں سے ملے۔

مس (پروفیسر) فرحت ایمن

جناب عبد العزیز خالد اس دَور کے وہ عظیم شاعر ہیں۔ جن کی شخصیت اور فن کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ آپ اُردو، فارسی، عربی، اور انگریزی اور دیگر کئی زبانوں پر مکمل دسترس رکھتے ہیں۔ اور آپ کا ذخیرۂ الفاظ نہایت وسیع ہے۔ آپ دیگر قدیم و جدید تہذیبوں کے علم و اَدب کی لذت سے آشنا ہیں۔ آپ کی اس علمی بصیرت نے آپ کے فن کو وہ پختگی فکر ادبیت و معنویت اور وہ خوبصورت اسلوب عطا کیا ہے۔ جس پر نہ صرف موجودہ دَور بلکہ آنے والی نسلیں بھی بجا طور پر فخر کریں گی۔

سلمان بٹ

دراصل جن لوگوں نے کچھ کرنا ہوتا ہے۔ وہ چاہے ملازمت میں ہوں چاہے کاروبار میں۔ کر گزرتے ہیں۔ مثال کے طور پر ہمارے محترم عبد العزیز خالد ہیں۔ جنہوں نے دفتری فرائض کی بجا آوری کے ساتھ ساتھ ادب کی بھی بے پناہ خدمت کی ہے۔ اور اُردو زبان کو نئے ذخیرۂ الفاظ سے مالا مال کر دیا ہے۔

حسین سحر

نعت کے لیے ملک بھر میں کام ہُوا ــــــــ ملکی سطح پر ایک بہت بڑا نام ہے عبدالعزیز خالد کا
اُنھوں نے اس دَور میں واقعی نعت کو فروغ دینے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ ان کی بہت سی کتابیں سامنے آئیں۔ خصوصاً ان کی کتاب " فارقلیط"
کا نعتیہ ادب میں بڑا مقام ہے۔

(گفتگو رضی الدین رضی جاوید اختر بھٹی سے)

جلیس سلاسل

جسٹس انوار الحق صاحب جب گفتگو کرتے ہیں۔ تو ان کی زبان سے اخلاص کی چاشنی ٹپکتی اور علم و دانش کے موتی رولتے ہیں۔ شاید یہ جالندھر والوں کی شناخت کا ایک اہم و مستند نشان ہے۔
اس لیے کہ عبدالعزیز خالد بھی انہی خوبیوں کا مرکب ہے۔

یونس احقر

ایس مضمون (پنجابی نعت دا موضوعی پکھ) نوں نامور شاعر عبدالعزیز خالد ہوراں دے اک شعر دے ذکر نال ختم کیتا جاندا اے۔ جیہدے وچ اوہناں نے قلبی خلوص نال ایس سچ دا اظہار کیتا اے کہ نعت لکھن والے بھاویں کنے وی کیوں نہ ہون تے اوہناں دے لکھن دے معیار بھاویں کنے وی اُچے کیوں نہ ہون نعت لکھن دا حق کسے شکل وچ وی ادا نہیں ہو سکدا۔

شعر پیش اے:

لکھ بُوصیری ہون ، لکھ خالد ، لکھ اینہاں ورگے ہور
کر نہ سکن حشر تک تیری ثنا دا حق ادا

اکبر حمیدی

عبدالعزیز خالد دراصل نظم کے لیے نہیں غزل کے لیے بنائے گئے تھے۔ پتہ نہیں کیوں وہ نظم کی کوکھنی کرتے رہے۔
غزل میں وہ دودھ اور شہد کی نہریں بہا رہے ہیں۔
تجرباتی حکمت، جمالیت ایسی جیسے محبوب سے بہت قرب کی خواہش ہو۔ فقر و درویشی اور پھر ایک گہری چوٹ جو کبھی کبھی سرخوشی اور نشاط میں بھی اُبھر آتی ہے۔
عبدالعزیز خالد کی غزل کے وہ تار و پود ہیں جن سے ان کی غزل تخلیق ہوتی ہے۔

محمد اجمل نیازی

عبدالعزیز خالد کی شاعری پڑھ کر جو مشکل اُردو والوں کو پیش آتی ہے۔ تقریباً وہی مشکل عرب بھائیوں کو بھی ہے۔ مشکل یہ ہے کہ دونوں طرف یہ جھگڑا چل رہا ہے۔ کہ یہ شاعری ہماری زبان میں ہے۔

ڈاکٹر زرینہ ثانی

خالد صاحب مثالی شاعر ہیں
کوئی مثال لاؤ خالد صاحب کی
ان کے ہم عصروں کو کھنگال کر
ہے ایک آدھ؟ نہیں!
تو پھر وہ مثالی شاعر بھی نہیں۔
بس ——— اپنی مثال آپ!

شورش کاشمیری

عبدالعزیز خالد تقریر کر رہے ہیں

فردوسِ شاعری کے غنچے کھلے ہوئے ہیں
الحاد و زندقہ کے بخیے ادھڑ رہے ہیں
فکر و نظر کے موتی الفاظ میں جڑے ہیں

عبدالعزیز خالد تقریر کر رہے ہیں

لیلائے فکر زلفِ پیچاں بنا رہی ہے
ماضی کے ہمہموں کی آواز آ رہی ہے
شاید کوئی غزالہ ملہار گا رہی ہے

عبدالعزیز خالد تقریر کر رہے ہیں

الفاظ کی کھناکھن، سیلِ رواں کا نقشہ
افکار کی بلندی، ہفت آسماں کا نقشہ
شعر و سخن کی لہریں، اُردو زباں کا نقشہ

عبدالعزیز خالد تقریر کر رہے ہیں

لہجے کے بانکپن میں تیغِ رواں کی شوخی

الفاظ کے جلو میں عمرِ رواں کی شوخی

عذرا کا حُسنِ کامل، جانِ جہاں کی شوخی

عبدالعزیز خالد تقریر کر رہے ہیں

اقبال کا تصوّر، غالب کی خوش نوائی

حافظ کی مے گُساری، سعدی کی پارسائی

زہد و ورع کا نغمہ، رندوں سے آشنائی

عبدالعزیز خالد تقریر کر رہے ہیں

اپنے ہوں یا پرائے مسحُور ہو رہے ہیں

اس سحر سے مطالب مغرور ہو رہے ہیں

دار و رسن کے شیدا منصور ہو رہے ہیں

عبدالعزیز خالد تقریر کر رہے ہیں

میں ہُوں خطیب، فنِّ گفتار جانتا ہُوں

ہر ایک معرکے میں سینے کو تانتا ہوں

ان کے کمالِ فن کی عظمت کو مانتا ہوں

عبدالعزیز خالد تقریر کر رہے ہیں!

منو بھائی (گریبان)

اُدب میں اگر جغرافیے کی اصلاحات استعمال ہونے لگیں تو پھر فیض احمد فیض اُردو اَدب کا بحر ہند کہلائیں گے ۔ اپنے عبد العزیز خالدؔ اُردو اَدب کا بحر الکاہل بن جائیں گے ۔

امداد نظامی

اس کے باوجود کہ آج بھی ہمارے ہاں عبد العزیز خالدؔ جیسے قادر الکلام نعت گو شعراء موجود ہیں۔ نعت ہمارے اَدب کی مشکل ترین صنف ہے ۔ فن اور تکنیک کے اعتبار سے نہیں ۔ موضوع کے اعتبار سے ۔

سیّد مسعود ہاشمی

عبد العزیز خالدؔ کی نظموں میں بحور ، وزن ، ہیئت کے تجربے ، الفاظ کے بین الاقوامی انتخاب اور استعمال کے ساتھ ملتے ہیں ۔

آصف ثاقب

عبد العزیز خالدؔ زبردست شاعر ہے ۔ اس کے اشعار جذباتی توانائی کے پیکر ہیں ۔ لفظوں کی کڑک میں دلوں کی کسک کو نمایاں کرنا اسی کا حصہ ہے ۔

آذر تمنا

ڈاکٹر عبادت بریلوی ________ ان کے تنقیدی مجموعے تعداد میں عبد العزیز خالدؔ کے شعری مجموعوں سے کسی طرح کم نہ ہوں گے ۔ ممکن ہے ایک آدھ زیادہ ہی نکل آئے ۔ لیکن خالدؔ صاحب کی شاعری مشکل ہے ۔ اسے سمجھنے کے لیے اس کا پڑھا لکھا ہونا ضروری ہے ۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی کے ہاں معاملہ مختلف ہے ۔ ان کی تنقید سمجھنے کے لیے پڑھا لکھا ہونا ضروری نہیں ۔ بلکہ ایک لحاظ سے غیر ضروری ہے ۔

علیم صبا نویدی (مدراس)

کرشن موہن کی خامہ فرسائی اَب عجیب صورت اختیار کر گئی ہے ۔ شاید عبد العزیز خالدؔ کی شیوا بیانی ان کے ذہن پر سوار ہے

خالد کے یہاں غیر مانوس، ثقیل اور بوجھل الفاظ کا وافر حصہ ملتا ہے لیکن آہنگ میں کوئی فرق نہیں پیدا ہوتا۔ قابلیت اور شاعری دو جداگانہ نوعیت کی چیزیں ہیں۔ ہو سکتا ہے کسی کی دستار بندی ہوئی ہو۔ فارسی، عربی، انگریزی اور سنسکرت زبانوں پر اسے خاصی دسترس حاصل ہو۔ لیکن وہ شاعر بھی ہو یہ ضروری نہیں۔ آخر کرشن موہن صاحب کا مقصد کیا ہے یہ میری سمجھ میں نہیں آتا۔

آذر تمنّا

عبدالعزیز خالد کی شاعری اُردو اَدب کا مسئلہ اقلیدس ہے۔ ان کے کسی مجموعہ کلام کے رواداری تبصرہ نگار نے لکھا "شاعری تو سمجھ میں نہیں آئی لیکن کتاب بہرحال اچھی ہے۔ غالب کی اُردو شاعری پڑھنے کے لیے تو صرف فارسی زبان کا ڈپلوما لینا پڑتا ہے۔ لیکن خالد صاحب کی اُردو شاعری پڑھنے کے لیے یاروں کو ایک نہ دو پوری سات زبانوں کے ہجے ملانے پڑتے ہیں۔

تاریخ اُردو کے واحد شاعر ہیں۔ جن کے مجموعہ ہائے کلام کی صرف اور صرف فہرست پڑھنے میں عمر عزیز کا ایک حصّہ گزر جاتا ہے۔

دنیا بھر کی قدیم و جدید زبانوں کی شاعری کا اُردو میں انتقال، ان کے اہم کاموں میں سے ایک ہے۔ شاعری کا ترجمہ شاعر کی حیثیت میں کرتے ہیں۔ ٹرانسلیٹر کی حیثیت میں نہیں۔ نعت رسولؐ ان کا خاص اعزاز ہے۔ اردو میں اب تک طویل ترین نعت غالباً خالد صاحب نے ہی لکھی۔

لسانی شاعروں کی پیداوار ہمارے ہاں کھپت سے اکثر زیادہ ہی رہی۔ لیکن بین اللسانی شاعر صرف ایک پیدا ہوا۔ عبدالعزیز خالد۔
(نوائے وقت۔ اتوار ۳۰ر دسمبر ۷۹ء)

پروفیسر محمدؐ اقبال جاوید

عبدالعزیز خالد دورِ حاضر کے ایک منفرد اور صاحبِ اسلوب نعت گو ہیں۔ ان کی علمیّت کے سامنے سر جھکتا اور ان کے عشق و جنوں کے روبرو، روحِ رواں دو زانو ہوتے ہیں۔ ان کی نعت گوئی، قدیم و جدید فکر، اساطیری اور تاریخی روایات و تلمیحات اور قرآنی ادب کا ایک قابل قدر علمی اظہار ہے، (۵ مصرعوں اور جملوں میں تاریخی وسعتیں سمٹتے چلے جاتے ہیں۔ ان کے سامنے نعت کی وہی عظیم ہستی ہے جو کعب بن زہیرؓ سے لے کر محسن کاکوروی تک محیط ہے۔ محسن کی طرح انہوں نے بھی نعت کو رسم کی بجائے مدّعا و مقصود بنایا ہے۔ انداز ان کا اپنا ہے۔ دورِ حاضر کو ان کی شاعری اس لیے مشکل معلوم ہوتی ہے کہ آج عربی اور فارسی کا ذوق اُٹھ گیا ہے اور ہماری اکثریت علمی نقطۂ نظر سے مفلس و نادار ہے۔ بہرکیف خالد نے فنِ نعت کو ایک نیا رنگ اور آہنگ دیا ہے۔ ان پر یا تو کسی شاعرِ عہدِ عتیق کا دھوکہ ہوتا ہے یا کسی شاعرِ فردا کا تصوّر اُبھرتا ہے۔

آپ تو ایک سمندر ہیں جناب
ایک دریا ہے کہ امنڈا ہی چلا آتا ہے
انور فیروزپوری

حُسین سحر

حضرت عبدالعزیز خالد دورِ حاضر کے نعت کے غالباً سب سے بڑے شاعر ہیں۔

نثّار طاہر

عبدالعزیز خالد قادر الکلام شاعر ہیں۔ شاعری کی ہر صنف میں اُنھوں نے اپنی قادر الکلامی اور انفرادیت کا بھرپور مظاہرہ کیا ہے۔ ان کا ایک اپنا انداز اور اسلوب ہے جس کے بارے میں شورش کاشمیری مرحوم نے کہا تھا ع

ایک جادو ہے کلام خالد معجز بیاں

افق سے تا بہ افق اس کے تجربوں کی دھنک ؎
کراں سے تا بہ کراں پھیلتی بہارِ شمیم

گُل بادشاہ (پشاور)

سیارہ مل گیا۔ اس دفعہ آپ نے خوب محنت کی ہے پرچے پر۔ کتابت بھی بے عیب نظر آئی، طباعت بھی اچھی ہے مگر مجھے سب سے زیادہ جو چیز پسند آئی وہ آپ کا انٹرویو "دمِ گفتگو" رہا۔ غبارِ خاطر کی یاد تازہ ہو گئی۔ اُردو، ہندی، پنجابی اور فارسی کے اشعار بڑے برمحل، بے ساختہ اور خوب صورت تھے۔ عربی سے میں نابلد ہوں۔ یوں لگ رہا تھا جیسے مولانا آزاد کی نثر کا ایک باب ہو۔ حیران ہوں آپ ان (عبدالعزیز خالد) سے نثر کیوں نہیں لکھواتے؟ نظم کا تو وہ تاجدار ہے ہی لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ شخص اگر نثر کی طرف بھی توجہ دے تو قیامت برپا کر دے گا کیونکہ مجھے ان کی تحریر میں کہیں آورد کا شائبہ نظر نہ آیا۔ ہاتھ میں تکلیف نہ ہوتی تو اپنے تاثرات تفصیل سے لکھتا۔

سرفراز

ٹی ہاؤس میں بزمِ شعر و سخن کے مشاعرے کی عبدالعزیز خالد صدارت کر رہے تھے۔ پنجابی شاعرہ خوشنودہ بیگم نے ان کی طرف منہ کر کے بڑی اپنائیت سے کہا:

یہ شعر آپ کے لیے ہے!"

"ہم چلے جائیں؟" حاضرین میں سے آواز آئی۔

(مشرق۔ لاہور)

ماہنامہ لہراں، لاہور

پنجابی ادبی پروار دا اجلاس ماہانہ مشاعرے دی شکل وچ ہویا۔ مشاعرے دی ایس محفل دے صدر محترم عبدالعزیز خالدؔ ہوری ہن، جیہڑے اُردو شاعری دے حوالے نال اک بڑا اوڈھا ناں تے قد۔بُت رکھدے نیں۔ تے ایہہ اوہناں دا کرم اے کہ اوہناں پنجابی وچ شاعری دا آغاز کر دتا اے۔ اوہناں اپنیاں مختلف انداز دیاں پنج خوبصورت پنجابی نظماں سنائیاں تے منٹ وی صرف پنج لے۔

نوائے وقت، لاہور

جمیل الدین عالی کے ہاں کسی دوسرے شہر سے آئے ہوئے مہمان ادیبوں کی دعوت میں عبدالعزیز خالدؔ کی شاعری بھی کچھ دیگر موضوعات کی طرح موضوعِ گفتگو بنی ــــ جمیل الدین عالی نے دعویٰ کیا کہ وہ عبدالعزیز خالدؔ کے کچھ آسان شعر بھی سنا سکتے ہیں۔ اور پھر اُنہوں نے واقعی خالدؔ صاحب کے کچھ آسان اشعار سُنا ڈالے اس پر سلیم احمد نے کہا کہ انہیں تو خالدؔ صاحب کا صرف ایک آسان مصرع یاد ہے اور وہ یہ ہے:

پڑوسی کی بیوی کا لالچ نہ کرنا

امروز، لاہور

اب تک شاعرِ اعظم عبدالعزیز خالد ہی کتابوں کے مشکل نام رکھنے کے لیے معروف تھے۔ خالدؔ سے دلچسپی رکھنے والے ان کی شاعری کے ساتھ ساتھ کتاب کے نام کا مطلب بھی پوچھ لیا کرتے تھے۔ اب وزیر آغا نے اپنی نظموں کی نئی کتاب کا نام "نردبان" رکھا ہے۔ کچھ لوگ اسے ہندی زبان کا لفظ سمجھتے ہیں۔ سجاد نقوی فارسی کا بتاتے ہیں۔ وزیر آغا مسکرا کر "فرہنگِ عامرہ" کھولنے کا مشورہ دیتے ہیں۔

اخبارِ جہاں

ــــــــ غالب سے پہلے سحر انصاری اور اُن کی ایک نظم موضوعِ بحث رہی۔ نظم تھی "شہر کا دل" پیکر واسطی نے اس کی خوب تعریف کی لیکن سرشار صدیقی بعض مشکل الفاظ کے معنی پوچھتے ہوئے پائے گئے۔ اطہر نفیس کے لیے بھی بعض الفاظ اجنبی تھے۔ ایک صاحب نے تجویز پیش کی کہ سرشار صدیقی اور اطہر نفیس دونوں کو عبدالعزیز خالدؔ کی نظمیں پڑھائی جائیں تاکہ ان میں مشکل اور اجنبی الفاظ کو ہضم کرنے صلاحیت پیدا ہو سکے۔ تجویز بظاہر تو معقول نظر آتی ہے۔ لیکن خدا معلوم دونوں ہی حضرات نے اس کا بُرا کیوں منایا؟

جنگ (لاہور)

ڈاکٹر وحید عشرت نے عبدالعزیز خالد کے فن کا بھرپور جائزہ لیتے ہوئے کہا:
"اقبال کے بعد اچھوتا تجربہ خالد صاحب کے یہاں ہی دکھائی دیتا ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ عبدالعزیز خالد کی شاعری اظہارِ علم اور اظہارِ جمال کی شاعری ہے۔ اُردو زبان کو سب سے زیادہ الفاظ دینے والے وہ واحد شاعر ہیں۔ وحید عشرت کا کہنا تھا۔ کہ نظریات کو فن پر حاوی کرنے والے زیادہ سے زیادہ نعیم صدیقی بن جاتے۔ لیکن خالد صاحب کے یہاں فن کو اولیت حاصل ہے۔

ماہ نو (لاہور)

ستائش باہمی کے اس دَور میں اُردو کے اس عظیم شاعر سے کما حقّہٗ انصاف نہیں ہُوا۔ اور نہ ہی اس کے اَدب اور نعت گوئی پر کوئی ڈھنگ سے کام ہوا ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ وہ اس قدر قد آور شاعر ہے کہ اس دَور کے بیشتر "ممتاز شاعر" اس کے سامنے اونے پونے نظر آتے ہیں۔

امروز (لاہور)

عبدالباری آسی اپنے تنقیدی مضامین کے مجموعے "تیکھی تحریریں" میں عبدالعزیز خالد کے متعلق لکھتے ہیں کہ:
"خالد صاحب کی شاعری حافظے کے کمال، علم کے مظاہرے اور ذہن کی ورزش پر استوار ہوتی ہے۔

مولانا محمد حنیف ندوی

بملاحظہ جناب عبدالعزیز خالد جو اَبُوالعلاءِ مَعرّی کے بعد دوسرے شاعر ہیں جن میں الفاظ و معانی کے شکوہ و طنطنہ کا حسین امتزاج پایا جاتا ہے۔
(مطالعہٗ قرآن)

جناب عبدالعزیز خالد جو اس عہد کے عظیم شاعر ہی نہیں عظیم مسلمان بھی ہیں۔
(لسانُ القرآن ۔ جلد اوّل)

بملاحظہ جناب عبدالعزیز خالد۔ جن کے ادب، ذہن اور علم سے میں ہمیشہ متاثّر رہا۔
(لسان القرآن ۔ جلد دوم)

بملاحظہ جناب عبدالعزیز خالد۔ جن کے ذوقِ شعری اور پاکیزگیِ باطن سے میں ہمیشہ متاثّر رہا۔
(تہافتُ الفلاسفہ)

بملاحظہ جناب عبدالعزیز صاحب خالد۔ جو شاعری میں ایک صنف خاص کے موجد ہیں۔ ان کے ہاں الفاظ بولتے ہیں اور معانی اسلام اور روح اسلام کی گہرائیوں کا احاطہ کیے ہوئے نظر آتے ہیں۔

(اساسیاتِ اسلام)

ڈاکٹر عبدالمغنی

دورِ جدید میں نعتوں کی فراوانی ہے۔ اردو کے بیشتر ادبی رسائل نعتیہ اشعار سے مزین ہوتے ہیں۔ اس دور میں سب سے زیادہ نعتیں کہنے کا سہرا عبدالعزیز خالد کے سر ہے۔ لیکن ان کی شاعری کے بسط و حجم کا ایک جز ہے۔ انہوں نے عمومی طور پر کلام منظوم کے ضخیم مجموعے بڑی تعداد میں پیش کیے ہیں۔ ان کی منظوم تمثیلوں کا حجم بہت زیادہ ہے۔ "فارقلیط" کے عنوان سے ان کے نعتیہ اشعار کا مجموعہ ایک قابلِ دید چیز ہے، مگر مشکل یہ ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ذات کے ساتھ اتنے شغف کے باوجود خالد سیرت کے آداب اور شریعت کے احکام سے پوری واقفیت نہیں رکھتے۔ اس کم علمی کا نتیجہ یہ ہے کہ انہوں نے نعت شریف کو کرشن بھگتی کا بھجن بنا دیا ہے۔ اور عشقِ معکوس کے وہ سارے قابلِ اعتراض استعارے استعمال کیے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اظہارِ محبت کے لیے زیبا نہیں دوسری مشکل یہ ہے کہ خالد کی شاعری کے دوسرے حصوں کی طرح ان کا نعتیہ کلام بھی لغاتِ غریبہ، اساطیرِ عجیبہ اور اوہام و خرافات کا ایک معجون مرکب ہے۔ جس میں لفّاظی اور قافیہ پیمائی زیادہ ہے، سوز و گداز کم، یہ شاعری کا خام مواد ہے۔ اور اس سے صرف شاعر کی قادر الکلامی کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس میں کمالِ شاعری مفقود ہے۔ یہ ایک عبرت انگیز مثال ہے ان تمام فن کاروں کے لیے جو شاعری، اور نعتیہ شاعری کا حوصلہ رکھتے ہوں۔ اگر کسی کو حوالوں کی کثرت سے دلچسپی ہو تو وہ زیادہ مفید طور پر سیرت کی کتابیں پڑھے گا، شاعری کو تو احساسات کا آبِ مقطر اور خیالات کا عطر ہونا چاہیے۔ جس کی لطافت اور خوشبو سے مشامِ جاں معطر اور قلب و روح میں گرمی اور روشنی پیدا ہو۔

ڈاکٹر کیول دِھیر

میری حیرانی کی انتہا نہ رہی انہوں نے اپنی بات چیت میں چاروں وید، اپنشد، پنچ تنتر، مہان گرنتھوں اور ان کے فلسفے کا ذکر کیا۔ تو میرا جی چاہا کہ ان ہاتھوں کو چوم لوں۔ جنہوں نے "مہابھارت کتھن مالا" لکھی۔

مہابھارت جیسی عظیم کتاب کو اردو میں منتقل کرنا آسان کام نہیں ہے۔ اس کی زبان کافی مشکل ہے۔ پہلے زبان پر مہارت حاصل ہونی چاہیے۔ دوسری بڑی بات خود کو اس فضا سے ہم آہنگ کرنا ہے۔ جو اس گرنتھ پر شروع سے آخر تک چھائی

ہوئی ہے۔ خالد صاحب نے اس فضا کو اپنے اندر جذب کر کے اپنی زبان میں جس خوش اسلوبی، مہارت، اور خوبصورتی سے اظہار کیا ہے۔ یہ ان کی قلبی وسعت اور عظمت ہے۔

خالد صاحب کے حافظے کی بھی داد دینی چاہیئے۔ جب انہوں نے کافی عرصہ پہلے پڑھی میری کہانیوں کا پلاٹ، کردار، اسلوب اور طرز بیان ۔۔ پر اپنی رائے کا اظہار کیا۔ تو مجھے واقعی حیرت ہوئی۔ ایسے مخلص اور شاندار انسان سے مل کر بھلا کسے خوشی نہ ہوگی۔

(ہند سماچار ۔ خوشبو کا سفر)

آغا بابر (نیویارک)

یہ صبح سخن آپ کی نظم کی نذر جو آپنے "محمد طفیل نقوش" پر لکھی ہے

لا سر قلم کا قلم ہوا خالد۔

نظم کا لطف آیا۔ رنج اور قلق کی لہر جو بین السطور محسوس ہوتی چلی گئی ——— مشکل لکھنے والے جب کسی کی موت پہ اداس ہوتے ہیں۔ تو الفاظ اتنے مسکین اور آسان کیوں وارد ہونے پہ جاتے ہیں۔ سوچنے والی بات ہے مشکل لکھنے والا غالب جب عارف پہ مرثیہ لکھا ہے۔ تو کتنی آسان زبان میں وارد ہوتا ہے۔ آپ کی لکھی ہوئی نظم سے عارف کا مرثیہ یاد آتا ہے۔

نعیم صدّیقی

ایک تأثّر

شبِ تاریک میں دیکھو کوئی مہ رُو نکلا
سیل سا ایک شعاعوں کا بہ ہر سُو نکلا

تیرے اشعار کئی بار پرکھ کر دیکھے
کوئی گوہر، کوئی شبنم، کوئی آنسو نکلا

جلوۂ فن کی یہ کثرت کہ ہیں ستّر پردے
جب بھی سرکا کوئی پردہ تو وہاں تُو نکلا

ایک ہی باغ میں تُو سرو ہے شمشاد ہوں میں
کی جو کاوش تو یہی فرقِ من و تُو نکلا

مل گیا تیرے چمن زارِ تخیّل کا سراغ
نالہ بھی دل سے ترے صورتِ خُوشبو نکلا

سات رنگوں کی دھنک ہے تری سلکِ الفاظ
معنی ایسا کہ کسی دام سے آہو نکلا

دفترِ شعر سبھی صفحہ بہ صفحہ دیکھا
سارا صُورت کدۂ شاعرِ خُوش رُو نکلا

رابطے روحوں کے جُڑ جاتے ہیں، دل ملتے ہیں
تیرا جادو تو نئی شان کا جادو نکلا

بے سکوں عالمِ معنی میں تجھے دیکھا ہے
سارا سرمایہ ترا ذوقِ تگاپُو نکلا

شعرِ کج مج مرے سن کر، مری تحسین کے لیے
ساری محفل میں بس اک خالدِ خوشخُو نکلا

کالم

ابنِ انشاء

بعض محکمے شاعری سے زیادہ مناسبت رکھتے ہیں، بعض کم۔ ایکسائز یعنی آب کاری کی فضا شاعری کے لیے زیادہ موزوں معلوم نہیں ہوئی ہمارے دوست میاں مولا بخش ساقی نکودری پہلے اسی محکمے میں تھے۔ ایک روز کہیں ان کا ساقی نامہ کسی رسالے میں چھپا ہوا ان کے ڈائریکٹر صاحب نے دیکھ لیا فوراً بلایا اور جواب طلب کیا کہ آپ سارے محکمہ کے کام پر پانی پھیر رہے ہیں۔ حکومت اتنا روپیہ ناجائز شراب کی روک تھام پر خرچ کرتی ہے اور آپ کھلم کھلا لکھتے ہیں۔ ؎

خدارا ساقیا مجھے
شراب خانہ ساز دے

یا نوکری چھوڑیئے یا شاعری چھوڑیئے۔ شاعری تو ؎

چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی

نوکری چھوڑ کر جوتوں کی دکان کرلی۔ انکم ٹیکس میں بھی عبدالعزیز خالد کے ہوتے ہوئے کسی اور شاعر کی ضرورت نہیں۔ ہاتھی کے پاؤں میں سب کا پاؤں۔ ایسا قادر الکلام شاعر ہم نے تو نہیں دیکھا۔ اگر اپنے علم سے مجبور نہ ہوتے اور کہیں اُردو میں لکھا کرتے تو آج ان کا نام پاکستان میں بھی اسی طرح بچے بچے کی زبان پر ہوتا جس طرح عالم عرب میں ہم دیکھ آئے ہیں۔ یوں میاں جمیل الدین عالی بھی اسی محکمے میں تھے لیکن وہ روز و شب مہتاب میں شعر کہنے والے ہیں۔ ان کے جانے سے کچھ فرق نہیں پڑا۔

ہمارے دوست عبدالعزیز خالد کراچی سے لاہور گئے اور اب لاہور سے اسلام آباد میں وارد ہوئے ہیں۔ خیال ہے اب

وہیں رہ گئے لیکن بڑی تشویش میں گرفتار تھے۔ لوگ تو اسلام آباد جاتے ہی پہلے یہ دیکھتے ہیں کہ راشن کی دکان کہاں ہے۔ سبزی کہاں سے ملتی ہے، گوشت والا کہاں بیٹھتا ہے۔ یہ منہ اندھیرے نکل گئے کہ یہاں کتابوں کی دکانیں دیکھیں۔ ہم نے بارہا کہا کہ تمھارے پاس پہلے ہی بہت علم ہوگیا ہے پہلے اسے خرچ کرلو پھر مزید کتابیں پڑھ لینا۔ ذخیرہ اندوزی ویسے بھی خلافِ قانون ہے لیکن عمر بھر کی عادت جاتے جاتے جاتی ہے۔ شکایت کررہے تھے کہ بھلا وہ بھی کوئی شہر ہوا جس میں کتابوں کی دکانیں نہ ہوں۔ نئے پرانے اَدب کی لائبریری نہ ہو۔ ہم نے انھیں سمجھایا کہ اس شہر میں جو لوگ اور جس قسم کے لوگ رہتے ہیں، ان کو کتابوں سے کبھی کام نہیں پڑتا اور کتابیں ہوں بھی تو ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتیں۔ یہاں جو شخص آتا ہے اس طرف سے فارغ التحصیل ہو کر آتا ہے بیشک یہاں کچھ پڑھے لکھے لوگ بھی رہتے ہیں۔ مثلاً قدرت اللہ شہاب۔ ہماری بہن ادا جعفری۔ ہمارے دوست مختار مسعود وغیرہ لیکن ان کو کتابیں پڑھنے کے لیے کراچی وغیرہ آنا پڑتا ہے۔ مشاعرے یا دورے کا موقع نکالنا پڑتا ہے۔

پنڈی پہنچنے کی خبر ہمارے پیر و مرشد سید ضمیر جعفری کو ہوئی تو بولے اچھے وقت آئے۔ کل شام نیرنگِ خیال کے دفتر میں سلطان رشک کی طرف سے عبدالعزیز خالد کے اعزاز میں چائے کی دعوت ہے۔ ہم نے کہا اب جو چار نسبتیں مشخص ہوگئی ہیں ہم ضرور آئیں گے۔ نیرنگ خیال کے خیال سے آئیں گے۔ سلطان رشک کی وجہ سے آئیں گے اور عبدالعزیز خالد کے لیے آئیں گے کہ ہے رند کی زاہد سے ملاقات پُرانی۔ اور آپ سے اور کرنل صاحب سے ملنے کا اشتیاق تو ابتدائے سن صبیان سے تا الآن ہے ہی۔ بس پتہ بتا دیجیے۔ اُنھوں نے لمبا چوڑا پتا بتایا۔ ادھر سے آؤ ادھر سے مڑو۔ یہ کالج روڈ ہے اس پر وہاں تک جاؤ۔ دہنے ہاتھ تین منزلہ بلڈنگ ہے۔ اس کی پیشانی پر نیرنگ خیال کا بورڈ ہے۔ دن ملینہ کا اور سردی کا تھا۔ مہتاب ظفر نے ہمیں آب پارہ کے تکے کھلا کر گرمایا اور راہنمائی کی۔ راستے میں ایک جگہ ٹھٹکی بھی نی لیکن اصل دیر نیرنگ خیال کا دفتر ڈھونڈھنے میں ہوئی۔ لوگوں کے مکان ڈھونڈنا بھی ایک فن ہے جو ہر کسی کو نہیں آتا۔ کم از کم ہمیں نہیں آتا۔ ہم صحیح پتہ سے اُلٹی سمت آدھ میل دُور جا نکلے۔ پھر لوٹے اگر ضمیر جعفری بتا دیتے کہ یہ وہ جگہ ہے جس کی بغل میں بالٹی گوشت کا بورڈ لگا ہے اور سامنے تازہ سموسے کا اشتہار ہے تو ہم بُو سونگھتے سیدھے پہنچتے۔ خیر اَب بھی پہنچے۔ دیکھا کہ ہم صورت یہاں دو چار بیٹھے ہیں۔ یعنی ضمیر جعفری تھے۔ پروفیسر کرم حیدری تھے۔ توصیف تبسّم، ربیعہ فخری اور سلطان رشک اور بعض

دوسرے دوست شناسا سا اور غیر شناسا سا۔ کل گنتی ایک درجن سے کم۔ کرنل صاحب نہیں آئے تھے۔ بھول گئے ہوں گے اور حکیم یوسف حسن علیل تھے۔ عبدالعزیز خالد بھی نہیں آئے تھے۔ لہٰذا سلطان رشک کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔ معلوم ہوا کہ ان کا فون صبح لاہور سے آیا تھا۔ وہاں سے ان کو کار میں دس بجے چلنا تھا۔ ہم نے کہا کوئی بات نہیں۔ وہ نہیں آتے تو ہمیں مہمانِ خصوصی بنا لیجئے گا۔ ہماری دلگداز نظمیں، غزلیں سن لیجئے گا۔ خالد ہمارے جگری دوست ہیں وہ اور ہم کوئی دو تھوڑا ہی ہیں۔ ہماری دعا یہ تھی کہ ان کو کچھ دیر اور لگے اور یہ جمی جمائی مجلس ہمارے اعزاز میں شمار ہو جائے۔ کچھ لوگ راضی ہو رہے تھے کہ بس ہم غنیمت است لیکن عبدالعزیز خالد نے عین اس موقع پر پہنچ کر ہمارے پلان میں کھنڈت ڈال دی۔ ہماری کھیر کا دلیا کر دیا۔ بولے السلام علیکم۔ ہم نے کہا یا حضرت ایسی بارش میں نکلنے کی کیا ضرورت تھی۔ یہاں ان لوگوں کا کام ہماری ذات سے چل جاتا۔ آخر ہم آپ کے لیے اتنا ایثار بھی نہ کرتے کہ آپ کی جگہ مہمانِ خصوصی ہو جاتے؟ فرمایا کبھی کسی مہمانِ خصوصی کو بھی اپنی تقریب سے غیر حاضر ہوتے دیکھا ہے۔ مینہ آئے، آندھی آئے، پہاڑ چیرنا پڑے، سمندر پاٹنا پڑے۔ اور کوئی آئے نہ آئے وہ ضرور آتا ہے۔ بس راستے میں جہلم میں میری موٹر خراب ہو گئی تھی۔ سید ضمیر جعفری نے کہا۔ جہلم میں یہ پرانی خاصیت ہے۔ سکندر اعظم کا گھوڑا بھی یہیں آکر خراب ہوا تھا یعنی آگے چلنے سے انکاری ہو گیا تھا۔ ہم نے کہا پھر آپ جہلم میں رُک جاتے۔ بولے کیوں رُک جاتا وہاں ایک دوست سے موٹر مانگی اور پہنچ گیا۔ بیوی بچے بھی ساتھ تھے ان کو برف دکھانے مری لے جا رہا ہوں۔ ہم نے کہا آپ کے گھر میں فریج نہیں ہے۔ اس میں سے نکال کر دکھا دیتے۔ اتنی دور لانے کی کیا ضرورت تھی۔ لاجواب ہو گئے۔ چپ رہے۔ چائے ہوئی اور چائے کے ساتھ بہت کچھ ہوا۔ کراچی والوں کو معلوم ہو کہ لاہور اور راولپنڈی میں تواضع کرتے ہیں تو اُبلے ہوئے انڈے بھی پیش کرتے ہیں۔ پان کھلا کر رخصت نہیں کرتے۔

بہت کچھ چرنے چگنے کے بعد حاضرین مجلس نے اپنی اپنی بیاض سنبھالیں۔ ہم نے کہا اچھا تو یہ بھی ہوگا؟ ایک آدھ غزل بُرے وقتوں کے لیے ہم بھی اپنے کیسے میں رکھتے ہیں لیکن آج یہ گمان نہیں تھا۔ ضمیر جعفری نے کہا تو سب لوگ نہ پڑھیں صرف مہمان حضرات پڑھیں۔ یعنی عبدالعزیز خالد۔ ابنِ انشا صاحب اور نصیر ترابی جو ان دنوں وارد راولپنڈی تھے۔ یہ تو خیر ضمیر جعفری کا اخلاق تھا لیکن ہم نے بھی اخلاق دکھایا۔ اور اصرار کیا کہ ہم مقامی شعراء کا کلام سننے کے مشتاق ہیں۔ سب پڑھیں۔ اب معلوم ہوا کہ یہاں سامع تو کوئی بھی نہیں ہے۔ سبھی شاعر ہیں۔ جو شخص چائے کی کشتی لے کر آیا تھا۔ اُس نے بھی جیب سے غزل نکال لی۔ ایک صاحب فوٹو کھینچ رہے تھے۔ انھوں نے بھی کیمرہ ایک طرف رکھ اپنے بستے میں سے چند قطعات برآمد کر لیے۔ کلام سبھی شعراء کا تو بہت ہی اچھا تھا لیکن دیر ہو رہی تھی۔ حاضرینِ مجلس نے بتایا کہ چھ بجے اسلام آباد میں حلقہ اربابِ ذوق کے افتتاح کا جلسہ ہے۔ اس میں بھی پہنچنا ہے۔ ہم نے بھی چند بیت پڑھے، اور صاحبِ صدر کی طرف اشارہ کیا، وہ معذرت کرنے لگے کہ دیر ہو رہی ہے۔ اب چھوڑیئے لیکن چونکہ یہ کہتے کہتے انھوں نے اپنی جیب سے لمبا سا کاغذ نکال لیا تھا۔ جس پر ایک مثنوی نما غزل دو کالمی لکھی تھی اس لیے ہم نے کہا آپ زیادہ نہیں تو کچھ پڑھیئے۔

تبرکاً ہی پڑھیئے۔ اچھا اس غزل کے پہلے دو شعر پڑھ دیجئے۔ پوری بے شک نہ پڑھیئے گا۔ غزل نما نظم تھی۔ غضب یہ ہوا کہ پہلے ہی مصرعہ پر اذان ہو گئی اور خالد صاحب کو رُک جانا پڑا۔ بولے اذان ہو لینے دو۔ ہم نے کہا بے شک احترام ضروری ہے لیکن تمہارا کلام بھی تو قریب قریب عربی میں ہے۔ اتنی زیادہ بے حرمتی نہ ہوتی جتنی ہمارے ہندوی کلام سے ہونے کا اندیشہ ہے۔

مذاق برطرف۔ عبدالعزیز خالد شاعر بہت اچھے ہیں۔ ان کی مشکل گوئی ان کی علمیت کا عکس ہے۔ ہماری تنقید کا برُا نہیں مانتے اور حتی الوسع آسان کہنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چند اشعار جو انہوں نے پڑھے آپ بھی سُن لیجئے۔

یہ عمر رواں لرزش موجِ نفس چند
کس خیر کی پاداش ہے، کس شر کی سزا ہے
اے کشورِ جادو نگہاں ۔ غالیہ مویاں
عزفہ کوئی وا ہے، کوئی دروازہ کھلا ہے
راتوں کو نکلتا ہے کبھی چاند کے ہمراہ
وہ چہرہ کہ دیکھے جسے جگ بیت گیا ہے
ہونٹوں میں کھنچ آیا ہے نشہ سارے بدن کا
آنکھوں میں خراباتِ مغاں کی سی فضا ہے

صرف یہیں نہیں، اسلام آباد کے جلسے میں بھی اس غزل سے خالد صاحب نے مشاعرہ لوٹا۔ اگرچہ لوٹ مار میں اور بھی شاعروں نے حصّہ لیا۔ وہاں پاکستان نیشنل سنٹر کے ہال میں بہت بڑا مجمع تھا وہاں ہم بھاگم بھاگ اس طرح موقع پر پہنچے جس طرح پاکستانی ہندوستانی فلموں میں ہیرو پہنچ کر للکارتا ہے:

"یہ شادی نہیں ہو سکتی"

ہم نے بھی نعرہ لگایا:

"ٹھہرو یہ مشاعرہ ختم نہیں ہو سکتا"

مشاعرے کے سیکرٹری صاحب جو جلسہ ختم کرنے اور حاضرین کا شکریہ ادا کرنے کھڑے ہو گئے وہیں دبک گئے اور ہم لوگوں

نے یعنی راولپنڈی سے آنے والوں نے لوگوں کو اس وقت تک اُٹھنے نہ دیا جب تک اُنھوں نے ہلکی غزلیں نہ سن لیں۔ صدر اس شاعرے کی بیگم اختر جمال تھیں جو مشہور افسانہ نگار اور ناول نگار ہیں۔ ان کا خطبہ بڑا زوردار اور مؤثر تھا۔ آج کی صورتِ حال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ صاحبو کہہ رہے ہو کہ ہمارا ایک ہاتھ کٹ گیا ہے۔ پھر اس سے انکار کرنے اور لکڑی کا ہاتھ لگا کر دکھانے سے کیا فائدہ؟ لکڑی کے ہاتھ کو کون ہاتھ مانے گا۔ اسلام میں چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے۔ ہم نے ۲۵ برس تک جو چوری اور بے ایمانی کی ہے کیا اس کی پاداش میں ہمارا ہاتھ نہ کٹتا؟ کیا یہ سزا غیر معمولی ہے؟ یا غیر قدرتی ہے؟

یونیورسٹی کے بلاک تھوڑے تھوڑے فاصلے پر پھیلے ہوئے ہیں۔ اور ان کے درمیان بھی باغوں کے سلسلے ہیں یہ لگتا تھا کہ طلبا اور طالبات کے ہجوم یہاں پڑھنے نہیں پکنک منانے آئے ہیں۔ ایک چکر ہم نے لائبریری اور بدھسٹ انسائیکلو پیڈیا کے دفتر کا کاٹا جو اسلامی انسائیکلو پیڈیا سے بھی ضخیم ہو گئی اور جس پر دن رات اسکالر محنت کر رہے ہیں۔ پھر ڈاکٹر اختر امام کے کلاس روم میں گئے۔ ان کی عربی کلاس میں اس وقت دس کے قریب طالب علم تھے اور وہ ان کو جاحظ پڑھا رہے تھے۔ ڈاکٹر صاحب تھوڑی دیر میں ان سے منہ موڑ کر مجھے پڑھانے لگے اور جاحظ کے اشعار کے ساتھ ساتھ اُردو اور فارسی اشعار بھی ان کے لکچر میں شامل ہوتے گئے آخر مجھے توجہ دلانی پڑی کہ یہ سیلون یونیورسٹی ہے اور بندہ عبدالعزیز خالد بھی نہیں کہ آپ کی نغز گوئی کا متحمل ہو سکے۔ سرِ راہے ذکر کر دوں کہ میرے پاس اپنے دوست عبدالعزیز خالد کی ایک کتاب تھی جو میں نے عربی کی کلاس کے ایک سیلونی طالب علم کو دکھائی۔ وہ بیچارے اُردو بالکل نہیں جانتے تھے اس لیے معذرت کرنے لگے کہ فقط تین چوتھائی الفاظ اور مفہوم سمجھ سکتا ہوں زیادہ نہیں۔